کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:11 Issue:2 February 2018

مُدیر

مولانا محمد عبدالقوی

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن

مومن کا دوسرا وصف لغویات سے اجتناب

مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ (سورۃ المؤمنون)

ترجمہ: اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں، (ایسے ہی مومن حقیقت میں کامیاب ہیں)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس دار فانی میں انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہمراہ کچھ حوائج وضروریات کو بھی رکھ دیا، پھر ان ضروریات کی جانب اس کا طبعی میلان بھی کر دیا اور اسی میں کچھ ابتلاء آزمائش کی کیفیات بھی پیدا کردیئے، اب آزمائش یہ کہ بندہ اپنی حوائج کی تکمیل تک محدود رہتا ہے یا تجاوز کر کے خواہشات کے پیچھے پڑتا ہے، خواہشات میں بھی کچھ وہ ہے جن کا پورا کرنا مستحسن ہے کچھ وہ ہے جو مقصدِ اصلی سے غافل کرنے والی ہیں جن میں نہ دنیوی فائدہ ہے اور نہ دینی، ایسے ہی خواہشات کو لغویات کہا جاتا ہے، کچھ خواہشات جیسے لغویات ہوتے ہیں ایسے ہی کچھ اقوال اور کچھ اعمال بھی لغویات ہوتے ہیں، بندہ ان اقوال، افعال واعمال میں پڑ کر جہاں اپنے وقت کا ضیاع کرتا ہے وہیں اپنی مقصد زندگی کو بھی فراموش کرتا ہے، اگر کوئی بندہ مومن فضول لایعنی، بے فائدہ اقوال وافعال سے اجتناب کرے گا اس آیت میں اس کے لئے فوز وفلاح کا وعدہ ہے اور جو پرہیز نہیں کرے گا میدان محشر میں اُن اوقات کا نہ صرف حساب ہوگا بلکہ اس پر مواخذہ بھی ہوگا کیونکہ یہ عمر یہ وقت امانت ہے اپنی مرضی کے ساتھ اور قلبی چاہتوں کے ساتھ اوقات کو نہیں گذارا جاسکتا ہے اس لئے کہ بندہ پابند احکامات ہوتا ہے، اسے رب چاہی زندگی گذارنا ہے من چاہی نہیں۔

لغویات اور قرآنی ہدایات: قرآن مجید دستور حیات ہے جس میں زندگی گذارنے کا ہر طریقہ موجود ہے اور جو اعمال بندہ کے کردار کو متأثر کرتے ہیں قبل از وقت اس سے آگاہ بھی کر دیا جاتا ہے، مثلاً دیکھو جھوٹی گواہی نہ دینا اور جب کسی لغو کام پاس سے گذرو تو باوقار ہو کر گذر جانا، (الآیۃ) دیکھو! اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی،

---

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

(الآیۃ) دیکھو! جس چیز کے بارے میں تم کو علم نہ ہو اس پر اصرار نہ کرنا کیونکہ کان، آنکھ اور دل کی قوتوں کے بارے میں شنوائی ہوگی، (الآیۃ) دیکھو انسان جو بھی بات کرتا ہے فرشتہ اس کو محفوظ کرتا ہے۔ (الآیۃ) ان تمام ہدایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن نے کس قدر تاکید کے ساتھ لغویات سے بچنے، گفتگو میں احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے، اور لغو دیکھنے اور سننے پر محاسبہ کا انتباہ دیا ہے۔

لغویات اور احادیث کی ہدایات: نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: من حسن الاسلام ترکہ مالا یعینہ آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں کا ارتکاب نہیں کرتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: ان اللہ کرہ لکم ثلاثا قیل و قال و اضاعۃ المال، و کثرۃ السوال اللہ کو تین چیزیں ناپسند ہیں، ایک حد سے زیادہ گفتگو، دوسری فضول خرچی، تیسری بے جا سوالات۔ ایک جگہ کمال ایمان کے لئے زبان کی سدھار کو شرط قرار دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ و لا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ کمال ایمان کے لئے دل کا سدھرنا شرط ہے، اور قلب کے سدھار کے لئے زبان کی سلامتی شرط ہے، اسی وجہ سے نبی پاک ﷺ ارشاد فرمایا: املک علیک لسانک اپنی زبان پر قابو رکھو، کیوں کہ اسی زبان سے ہفوات و لغویات بہت نکلتے ہیں کبھی قولی لغویات اس درجہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اس کا ترک واجب ہوتا ہے، کیوں کہ کبھی کبھار انسان ان ہی قولی لغویات کی بنا پر جنت سے محروم ہو جاتا ہے، حضرت کعب ابن حجرؓ فرماتے ہیں کہ: مجھ سے میری ماں نے کہا: ''ھنیئالک الجنۃ تجھ کو جنت کی خوشخبری ہو یہ آواز آپ ﷺ کے کان میں پڑی آپ ﷺ نے کہا: من ھذہ المتألیۃ علی اللہ یہ اللہ پر زور زبردستی کرنے والی کون ہے؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا میری ماں ہے تو آپ ﷺ نے کہا ما یدریک یا ام کعب؟ لعل کعبا قال ما لا ینفعہ و منع ما لا یغنیہ اے ام کعب! تجھے کیا پتہ کہ کعب نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو جو بے سود ہو یا کسی ایسی چیز سے رکا نہ ہو جس کی اس کی ضرورت نہ ہو، (الحدیث) صحابیٔ رسول کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا اتنے سخت جملے کہنا اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ بے فائدہ گفتگو اور لایعنی کام کو ترک کرنا بے انتہا ضروری ہے۔

لغویات اور ہمارا معاشرہ: نوجوان قوم کے اندر ریڑ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس کی مضبوطی قوم تحریک اور تنظیم کی مضبوطی اور اس کی کمزوری ان تمام کی کمزوری ہے، جب یہ حقیقت مسلّم ہے تو اپنے سماج کو خصوصاً سماج کے نوجوان کو دیکھیں کہ ان کی زندگی کا دھارا کس رُخ پر ہے، دشمن نے ان کے لئے لغویات کی سنہری جال بچھائی رکھی ہے اور وہ دیدہ و دانستہ اس میں پھنستے جا رہے ہیں، سوشل میڈیا کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا ہے، خبروں کے تبادلے، تصاویر کی اپ لوڈنگ، تصویر کشی، ویڈیو گرافی، سیلفی۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

سیدھا راستہ اسلام ہے

مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی*

عَنْ بنِ مسعود رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً صِرَاطاً مُسْتَقِیْما وَعَنْ جَنبتیِ الصِّراطِ سُوْرَانِ فِیْھِمَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ وَعَلَی الاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُرْخاۃٌ وَعِنْدَ رَأْسِ الصراطِ دَاعٍ یَقُوْلُ اِسْتَقِیْمُوْا عَلَی الصراطِ وَلَا تَعْوَجُّوْا وَفَوْقَ ذَالِکَ دَاعٍ یَدْعُوْ کُلَّما ھَمَّ عَبْدٌ اَنْ یَفْتَحَ شَیْئًا مِّنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَیْحَکَ لَا تَفْتَحْہُ فَاِنَّکَ اِنْ تَفْتَحْہُ تَلِجْہُ ثُمَّ فَسَّرَہٗ فَاَخْبَرَ اَنَّ الصِّرَاطَ ھُوَ الْاِسْلَامُ وَاَنَّ الْاَبْوَابَ المفَتَّحَۃَ محارِمُ اللّٰہِ وَاَنَّ السُّتُوْرَ المُرْخاۃَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَاَنَّ الدَّاعِیَ عَلیٰ رَأْسِ الصِّراطِ ھُوَ القُرْآنُ وَاَنَّ الدَّاعِیَ مِنْ فَوْقِہٖ ھُوَ وَاعِظُ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ (رواہ رزین واحمد)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (اپنے دین کے راستے کی) ایک مثال اس طرح بیان کی ہے کہ ایک سیدھی سڑک ہے، سڑک کے دونوں طرف ایک ایک دیوار کھڑی ہوئی ہے، اوران دیواروں میں دروازے کھلے ہوئے ہیں، ان دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اورسڑک کے کنارے پر ایک آگاہ کرنے والا کھڑا ہے جو آگاہ کیے جارہا ہے کہ (دیکھو) سڑک پر بالکل سیدھے سیدھے چلو، تیڑھی میڑی چال اختیار نہ کرو اوراس سے آگے ایک اور آگاہ کرنے والا (کھڑا) ہے اور جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ (آگاہ کرنے والا) اس کو آگاہ کرتا ہے کہ ہائے تو (یہ کیا کرنے جارہا ہے) اس کو مت کھول، اگر تو اس کو کھول دے گا تو پھر اس میں گھس بھی پڑے گا (جہاں تجھے دکھ اور پریشانی کے سوا کچھ نہیں ملے گا) اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مثال کی وضاحت کی اور بیان فرمایا کہ: سڑک سے مراد ''اسلام'' ہے (جس پر چل کر جنت تک پہونچا جاتا ہے) دروازہ سے مراد ''اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں'' (جن میں پڑنا اسلام کے درجۂ کمال سے محروم ہوجانا ہے) پڑے ہوئے پردوں سے مراد اللہ کی (قائم کی ہوئی) حدود ہیں، سڑک کے کنارے جو آگاہ کرنے والا کھڑا ہے اس سے مراد قرآن پاک ہے

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

اوراس سے آگے جوآ گاہ کرنے والا کھڑا ہے اس سے مراداللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا وہ (فرشتہ) ہے جو ہرمومن کے دل پر (متعین) ہے۔

تشریح: روایت کا حاصل یہ ہے کہ بندۂ مومن کوزندگی بھرقرآن کی ہدایت کے مطابق شریعت کی ممنوعہ چیزوں سے بچتے ہوئے شاہراہ اسلام پردائیں بائیں متوجہ ہوئے بغیر مسلسل سفر جاری رکھنا چاہئے ،اس لئے کہ منزل مقصودیعنی جنت تک پہونچنااس طرح سفر کئے بغیرممکن نہیں ہے،اورراہِ زندگی پُر پیچ ہےاس کی الجھن سے نکلنالازمی ہے،نفس وشیطان لٹیروں اورقزاقوں کی شکل میں موجود ہیں اورمعمولی غفلت بھی انسان کو بڑے بھاری نقصان سے دوچارکردینے والی ہے،اورپھروہ نقصان بھی آخرت کا نقصان ہے،دنیاوی نقصان کی تلافی اوربھرپائی توممکن ہےلیکن آخرت کےنقصان کی پابجائی کی کوئی شکل نہیں ہے،اسی لئے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: دائیں بائیں اللہ کے حدود قائم ہیں اس کو پارمت کروجوان سے تجاوزکرےگا وہ تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گرجائے گا،اس بات کوایک دوسری روایت میں ذکرفرمایا’’ اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمیً اَلَا وَاِنَّ حِمیَ اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ‘‘ آگاہ رہو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراہ گاہ ہوتی ہےاور یادرکھواللہ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں یعنی خدا کی منع کردہ چیزوں سے پرہیز واجتناب لازمی اورضروری ہے۔اوراسی روایت میں یہ بھی سمجھایا گیا کہ اگر زندگی کے سفرمیں حرام سے بچنا چاہتے تواس کا آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ مشتبہ چیزوں کوچھوڑدو،اس لئے کہ جو جانورممنوعہ چراہ گاہ کے کنارے کنارے چرتا ہےامکان ہے کہ وہ ممنوعہ مقام میں گھس جائے ،ایسے ہی جو بندہ مشتبہ چیزوں میں ملوث ہوجائے تو ڈرہے کہ وہ کہیں حرام میں نہ پڑجائے ،اس لئے شیخ علی متقیؒ کے حوالہ سے صاحب مظاہرحق نے لکھاہے کہ:’’جب بندہ اپنی معاشی اورسماجی زندگی کے تمام گوشوں میں قدرضرورت پراکتفا کرلیتاہےجس سےاس کاوجوداس کی عزت باقی رہےتووہ اپنے دین میں ہرخطرہ سےسلامت رہتاہے،مگرجب حدضرورت سے گذرنے کی کوشش کرتاہےتو حدمباح میں داخل ہوجاتاہےاورجب حدمباح پربھی قناعت نہیں کرتااورآگے بڑھنے کی کوشش کرتاہےتو حدمکروہات میں داخل ہوجاتاہے یہاں تک کہ حرص وہوس حدمکروہات سے نکال کرمحرمات کی حدمیں داخل کردیتی ہے،جس کانتیجہ یہ ہوتاہے کہ اس کااگلاقدم حدکفرمیں پہنچ جاتاہے، اس لئے ہرلمحہ گناہوں سےاپنے کوبچاکرنفس وشیطان سےاللہ کی پناہ مانگتے ہوئے گذارناچاہئے اورجس طرح زندگی کی آخری سانس تک عبادت کاحکم ہےاسی طرح گناہوں سے بچنا بھی لازمی ہےاوریہ سب خدا کی توفیق کےبغیرممکن نہیں ہے،اس لئے رب کریم سےاپناتعلق قائم کرنااس کی دستگیری میں چلنا مومن کاشیوہ اورطریقہ ہوناچاہئے۔

عورت کی امامت کا شوشہ

آر ایس ایس کی ایک اور شر انگیزی

مولانا سید احمد ومیض ندوی*

آر ایس ایس ایک ایسی تنظیم ہے جس کا خمیر ہی مسلم دشمنی سے اٹھا ہے، وہ اپنے قیام کے روزِ اول ہی سے اس بات کے لیے کوشاں رہی ہے کہ ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے نت نئے مسائل کھڑے کیے جاتے رہیں، آر ایس ایس کی ساری سرگرمیاں مسلم دشمنی کے اِردگرد گھومتی ہیں، ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے اور یہاں سے اسلام اور مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے وہ ہر جائز وناجائز حربہ استعمال کرنے میں پس وپیش نہیں کرتی، اس فسطائی تنظیم میں دانشور اور پڑھے لکھے لوگوں کی ایک مستقل جماعت ہے، جس کا کام ہی مسلمانوں کے خلاف منصوبے تیار کرنا ہے، یہ ایک منظم، پابند ڈسپلن تحریک ہے جس کے یہاں ہر میدان کے رجال کار ہیں، اور مختلف صلاحیتوں کے حامل شخصیتوں سے ان کے میدان کار میں کام لیا جاتا ہے۔

آر ایس ایس کی مسلم مخالف سرگرمیوں کا ایک رخ وہ ہے کہ جو ایسے نام نہاد مسلم دانشوروں اور تعلیم یافتہ افراد سے تعلق رکھتا ہے جو برائے نام مسلمان ہوتے ہیں، اور جنہیں اسلام پر اعتماد نہیں ہوتا، ایسے ضمیر فروش، ایمان کے سودائی مسلمانوں کو آر ایس ایس اپنے اسلام مخالف منصوبوں کے لیے استعمال کرتی ہے، میر جعفر اور میر صادق کی اولاد ہر دور میں رہی ہے، جس انسان کی نگاہ میں دولت دنیا ہی سب کچھ ٹھہرے وہ دین وایمان کی قدر وقیمت کیا جانے، مسئلہ صرف آر ایس ایس ہی کا نہیں ہے، ساری اسلام دشمن طاقتیں ایسے نام نہاد اور ضمیر فروش مسلمانوں کو اسلام کے خلاف استعمال کرتی رہی ہیں، البتہ ہمارے ملک میں آر ایس ایس اس حوالے سے بہت پیش پیش ہے، اِدھر جب سے ملک میں بی جے پی کو اقتدار ملا ہے، آر ایس ایس کی اسلام مخالف ریشہ دوانیوں میں کچھ زیادہ ہی اضافہ دیکھا جا رہا ہے، اِس وقت ملک میں بی جے پی حکمرانوں کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ فضا بنائی جا رہی ہے وہ سب آر ایس ایس کے اشارے پر ہو رہا ہے، جہاں تک وزیر اعظم کا تعلق ہے تو وہ بس ایک مہرہ ہیں، انہیں وہی کچھ کرنا پڑتا ہے جس کا اشارہ آر ایس ایس کے آقاؤں کی جانب سے ملتا ہے، طلاق ثلاثہ سے متعلق جو کچھ کیا گیا اور جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ آر ایس ایس ہی کا منصوبہ ہے،

*استاذ حدیث دار العلوم حیدر آباد

ملک میں بتدریج شریعتِ اسلامی کو نا قابل عمل بنانا، نیز ہندو راشٹر ڈکلیر کرنے کے لیے یکساں سول کوڈ نافذ کرنا آر ایس ایس کے بنیادی عزائم ہیں، طلاق ملک کے مسلمانوں کے لیے کبھی مسئلہ نہ تھا، مسلمانوں کے مقابلہ میں بغیر طلاق علیحدگی اختیار کرنے کے واقعات ہندوؤں میں زیادہ ہیں، لیکن نام نہاد اور چند شریعت بیزار مسلم خواتین کو آلہ کار بنا کر طلاق کو ایک بہت بڑے ایشو کی شکل دے دی گئی، طلاق ثلاثہ کے معاملہ میں جس طرح عشرت جہاں جیسی دین بیزار خواتین کو استعمال کیا گیا اسی طرح اس وقت کیرل سے تعلق رکھنے والی جمیدہ نامی ایک خاتون کو استعمال کر کے عورت کی امامت کا مسئلہ اُچھالا جا رہا ہے، گذشتہ ۲۶ر جنوری کو جمعہ کے دن کیرلا کے مسلم اکثریتی ضلع ملاپورم سے تعلق رکھنے والی ایک ۳۴ سالہ خاتون نے جو قرآن وسنت سوسائٹی کی صدر بتائی گئی ہے، سوسائٹی کے دفتر میں جمعہ کی نماز میں مردوں کی امامت کی، جس کے بعد سوشیل میڈیا پر ہنگانہ برپا ہوا، اصل مسئلہ کی طرف آنے سے پہلے ہم یہ بتاتے چلیں کہ آخر جمیدہ نامی خاتون کون ہے اور اس کا پس منظر کیا ہے، جمیدہ پیشہ سے ٹیچر ہے، اس سے متعلق تفصیلات کو جاننے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک منکر حدیث، بددین اور زندیق قسم کی خاتون ہے، یہ قرآن وسنت نامی جس سوسائٹی سے وابستہ ہے اس کے بانی پی کے محمد ابوالحسن چکنور مولوی تھے، یہ عربی کے اسکالر تھے، کیرل کے ملاپورم میں ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے، چکنور مولوی ابتدا ہی سے منکر حدیث تھے، کالج کے دور ہی سے وہ صرف قرآن کو ماننے کی بات کہتے تھے، اور احادیث کو ماننے سے انکار کرتے تھے، انھوں نے سب سے پہلے دن میں پانچ وقت پڑھی جانے والی نمازوں کو تین بتایا تھا، ان کی قرآن وسنت سوسائٹی سے تربیت پا کر جمیدہ نے بھی انکار حدیث کا نظریہ اپنایا، اس نے گذشتہ ۳۱ر جنوری کو ایک نیوز نیٹ ورک سے گفتگو کے دوران جس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بددین اور زندیق قسم کی خاتون ہے، اپنے بانی کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے فون پر گفتگو کے دوران اس نے کہا کہ نماز پانچ وقت کی نہیں تین وقت کی ہوتی ہے، صبح شام اور رات کے وقت ادا کی جاتی ہے، اتنا ہی نہیں اس نے نماز ادا کرنے کے طریقہ پر بھی سوال اٹھایا، اس نے کہا کہ ایک رکعت میں صرف ایک ہی مرتبہ سجدہ ہوتا ہے، جب اس سے پوچھا گیا کہ تین نمازوں اور ایک سجدہ کا ذکر کہاں ہے تو وہ جواب نہ دے سکی، جمیدہ نے احادیث کو ماننے سے بھی انکار کر دیا۔

جمیدہ کی نماز جمعہ میں مردوں کی امامت کے واقعہ کو بنیاد بنا کر فرقہ پرستوں کی جانب سے اس بات کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام خواتین کے ساتھ مساوات نہیں کرتا، اور اسلام میں صنفی تفریق پائی جاتی ہے، خواتین کے مسئلہ کو لے کر اسلام کے خلاف اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی ہے، جب کہ بقول مولانا عبدالحمید نعمانی ''امامت جمعہ کا مرد عورت کے مساوی حقوق سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق دونوں کے الگ الگ

دائرہ کار سے ہے، اسلام میں نہ عورت پر جماعت ضروری ہے اور نہ جمعہ، اسے عبادات سے اگر روکا جاتا تو بھید بھاؤ کی بات کہی جاسکتی تھی‘‘ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جمیدہ کو فرقہ پرستوں کی جانب سے آلہ کار بنایا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جمیدہ نے امامت کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید مرد وخواتین کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتا، اور اسلام خواتین کو امامت سے نہیں روکتا، جمیدہ نے ایک خبر رساں ادارے کو بتایا کہ ہمارے ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک خاتون کو نماز جمعہ کی امامت کا موقعہ ملا ہے، اس نے یہ بھی کہا کہ یہ لازمی نہیں ہے کہ جمعہ صرف مساجد ہی میں ادا کی جائے، جمیدہ نے جس طرح امامت کی اور اس کے بعد میڈیا کے سامنے اس نے جس قسم کے خیالات ظاہر کیے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آر ایس ایس اور اسلام دشمن لابی کی آلۂ کار بنی ہے، اس نے خود سے یہ اقدام نہیں کیا بلکہ اسلام دشمن طاقتوں نے اس سے دین اور ایمان کا سودا کر کے یہ حرکت کروائی ہے، جمیدہ کے احوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فرقہ پرست جماعتوں سے روابط ہیں، چنانچہ اس نے امامت بھی اس طرح انجام دی کہ بھگوا رنگ کا دوپٹہ اور اوڑھنی پہن رکھی تھی، پھر نماز سے متعلق اس کی جانکاری کا یہ عالم ہے کہ اس نے رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللّٰہ لمن حمدہ کے بجائے اللہ اکبر کہا، پھر اس کا یہ کہنا کہ میں مردوں کے ذریعہ بنائی گئی تمام روایات کو توڑنا چاہتی ہوں اور اسلام میں کہیں نہیں لکھا کہ صرف مرد ہی جمعہ پڑھا سکتے ہیں، نیز نماز، روزہ، حج وزکوۃ جیسی مذہبی عبادات میں عورتوں کے ساتھ بھید بھاؤ نہیں رکھا گیا، اس قسم کی باتیں وہی خاتون کرسکتی ہے جس کا دین وایمان سے کوئی سروکار نہ ہو، اور جو چند حقیر مالی مفادات کی خاطر اسلام دشمنوں کی آلۂ کار بنی ہو، سوشیل میڈیا پر جمیدہ کی امامت کی جو تصویر وائرل ہوئی ہے اسے دیکھ کر ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس خاتون کا نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس کو نماز کے طریقے سے تک واقفیت نہیں ہے، بس ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ملک میں ہنگامہ کھڑا کرنے کے لیے اسے امامت کی جگہ کھڑا کردیا گیا ہے، فرقہ پرست چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی مسئلہ میں اُلجھا کر رکھا جائے، نیز طلاق ثلاثہ بل پھر اس کے بعد عورت کی امامت کروا کر آر ایس ایس یہ پیغام دینا چاہتی ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی ایک نئی شکل آنے والی ہے، اور طلاق ثلاثہ بل کے ذریعہ شریعت میں مداخلت کا جو سلسلہ چل پڑا ہے وہ رکنے والا نہیں ہے، طلاق میں مداخلت کی طرح اب حکومت نماز میں مداخلت کی راہ ہموار کرنا چاہتی ہے۔

عورت کی امامت کو لیکر اسلام دشمن عناصر اسلام میں صنفی مساوات کے مسئلہ کو اُچھالتے ہیں، جب کہ اس مسئلہ کا مساوات مرد وزن سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسلام خالق کائنات کا دین ہے جو انسانوں کا بھی خالق ہے، اللہ تعالیٰ فطری طور پر مرد وزن کے درمیان پائی جانے والی تخلیقی بناوٹ کو بہتر طور پر جانتے ہیں، موجودہ سائنس

نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مرد عورت کے درمیان تخلیقی اعتبار سے بہت کچھ فرق پایا جاتا ہے، ایسے میں ذمہ داریوں اور دائرہ کار کے اعتبار سے دونوں کے درمیان یکسانیت نہیں لائی جاسکتی، بہت سی ایسی ذمہ داریوں سے جنہیں تخلیقی تفاوت کے سبب خواتین نہیں نبھاسکتیں، اسلام خواتین کو ان سے مستثنیٰ رکھتا ہے، اور اسلام کا یہ طریقۂ کار خواتین کے ساتھ ظلم نہیں بلکہ سراسر انصاف ہے، چنانچہ اسی نزاکت کے پیش نظر شریعت اسلامی نے نبوت، امامت، قضاء، حدود وقصاص میں شہادت، عام حالات میں قتال کا وجوب، جمعہ وعیدین کا وجوب اور اذان وخطبہ جیسی ذمہ داریوں سے عورت کو مستثنیٰ رکھا ہے، علاوہ ازیں مرد کو اس کی تخلیقی بناوٹ کے سبب ایک گونہ عورت پر تفوق دیا گیا ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں فرمایا گیا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء: ۳۴) مرد عورتوں پر قوام ہیں، مرد وعورت کی فطرت جداگانہ ہے اور دونوں کا فطری تفاوت حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، فطری تفاوت کی وجہ سے مرد کو ایک گونہ جو تفوق دیا گیا ہے اس میں عورتوں کی کسر شان نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے سراسر رحمت ہے۔

جہاں تک حقوق کا معاملہ ہے اسلام نے عورتوں کو بھر پور حقوق دئے ہیں، پوری دنیا میں اسلام ہی واحد مذہب ہے جس میں عورتوں کو ان کی نسوانیت کو ملحوظ رکھ کر بھر پور حقوق دئے گئے ہیں، اسلام نے عورتوں کو کیا کچھ حقوق سے نوازا ہے، اس کا اندازہ عورت کی اس حالت سے لگایا جاسکتا ہے جو اسلام کی آمد سے پہلے تھی، اسلام سے قبل عورتوں پر سنگین مظالم ڈھائے جاتے تھے، صنفِ نازک کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جاتا تھا، حتی کہ لڑکی کی پیدائش کو نحوست خیال کر کے اسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، عورتوں کو نہ صرف میراث سے محروم رکھا جاتا بلکہ خود عورت دیگر ساز وسامان کے ساتھ مال میراث کے طور پر منتقل ہوتی تھی، خواتین کی عزت وآبرو ہر وقت پامال کی جاتی رہتی تھی، ان حالات میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے حقوق کی آواز لگائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! تمہارے اپنی بیویوں پر حق ہیں، اور تمہاری بیویوں کے لیے تم پر حق ہیں (سنن الترمذی) اسلام نے عورت کی تمام حیثیتوں میں اس کے حقوق کی پاسداری کی ہے، عورت چاہے بیوی ہو یا بیٹی، ماں ہو یا بہن ہر حال میں اس کے مقام ومرتبہ کو بلند رکھا ہے اور مردوں پر اس کی ذمہ داری ڈالی ہے، عورتوں کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۲۸) عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے واجب ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں، موجودہ مغربی تہذیب جو مساوات مرد وزن کا نعرہ لگاتی ہے اور جس نے آزادی نسواں کی نام نہاد تحریک چلائی، حقیقت یہ ہے کہ بلند بانگ دعووں کے باوجود اس نے عورتوں کا مقام سب سے زیادہ گھٹا دیا ہے، اس نے ہر حیثیت سے مرد وزن میں برابری کا دعویٰ

کیا، لیکن ایسا نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہوسکا، آج بھی مغربی ممالک میں زندگی کے تمام اہم شعبوں میں عورتوں کا درجہ مردوں سے کم ہے، ذرا انصاف سے بتائیے کہ مغربی ملکوں نے کتنی خواتین کو اپنا صدر بنایا؟ وہاں کتنی خواتین وزیراعظم بنیں؟ اور کتنی خواتین کو جج کے منصب پر فائز کیا گیا؟ اعداد وشمار جمع کئے جائیں تو اس کا تناسب ایک فیصد بھی نہیں بنتا، جمیدہ کی امامت کے مسئلہ کو لیکر سنگھ کے جو قائدین اسلام میں عورتوں کے ساتھ ناانصافی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں وہ بتائیں کہ سنگھ کی سرسنچالک کوئی خاتون کیوں نہیں بنتی؟ ملک کے چاروں مسلمہ مٹھوں کے شنکرآچاریہ خواتین کیوں نہیں بنتیں؟

جہاں تک عورت کی امامت کے شرعی حکم کا تعلق ہے تو خواتین کے لیے عورت کی امامت کے تعلق سے ائمہ اربعہ میں اختلاف ہے، مگر عورت کا مردوں کے لیے امام بننا باتفاق ائمہ اربعہ ناجائز ہے، مردوں کے لیے عورتوں کی امامت کے حامی حضرات بالعموم حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن نوفل انصاریہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور آپ نے ان کے لیے مؤذن مقرر کیا، جو ان کے لیے اذان دیتا تھا اور آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں (سنن ابی داؤد ۱/ ۸۷) چوں کہ آپ نے ان کے لیے مؤذن مقرر کیا تھا اور ان کے پاس ایک غلام اور باندی بھی تھی، اس لیے یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ مؤذن اور غلام بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں، اس روایت سے استدلال اس وقت درست ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مؤذن بھی وہیں نماز پڑھتا تھا اور گھر والوں سے غلام اور گھر کے مرد مراد لئے جائیں، لیکن کیا ضروری ہے کہ مؤذن گھر ہی پر نماز پڑھتا ہو، زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ مؤذن اور گھر کے دیگر مرد حضرات مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے ہوں، صاحب بذل المجہود نے بھی گھر والوں سے محلہ کی خواتین کو مراد لیا ہے، علاوہ ازیں اگر عورت کا مردوں کی امامت کرنا درست ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بیان جواز کے لیے ایک آدھ واقعہ تو ثابت ہوتا، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مردوں کے لیے عورت کی امامت کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، اسی طرح حضرات صحابہ کے زمانہ میں بھی کہیں ثابت نہیں کہ عورت نے مردوں کی امامت کی ہو، اس کے برخلاف بہت سی احادیث سے عورت کی امامت نہ کرنے کا مضمون ثابت ہوتا ہے، مثلاً ابن ماجہ کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أخروهن من حیث أخرهن الله عورتوں کو پیچھے رکھو جیسے اللہ نے ان کو پیچھے رکھا ہے، اسی طرح ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول ذکر کیا گیا: اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ صورت حال ہوتی جو اب عورتوں نے پیدا کی ہے تو آپ ان کو ضرور مسجد میں آنے سے روک دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔

(بخاری ۱/ ۱۲) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ عورت کا صحنِ کمرہ میں نماز پڑھنے سے کمرہ کے اندر نماز پڑھنا بہتر ہے اور بڑے کمرہ میں نماز پڑھنے سے کوٹھری میں نماز پڑھنا بہتر ہے (سنن ابی داؤد ۱/ ۸۲) ظاہر ہے کہ کوٹھری بہت تنگ اور مختصر ہوتی ہے، جس میں بالعموم جماعت قائم کرنا دشوار ہوتا ہے۔

الغرض! اسلام میں مردوں کے لیے عورت کی امامت پسندیدہ نہیں ہے اور اس کا تعلق مساوات مرد وزن سے ہرگز نہیں ہے، فرقہ پرست جماعتیں وقفہ وقفہ سے مختلف مسائل کو اچھال کر شرانگیزی کرنا چاہتی ہیں، مسلمانوں کو ایسی تمام شرانگیزیوں سے چوکنا رہنا چاہیے۔

(بقیہ صفحہ ۶ سے)

مخرب اخلاق مناظر کی دیدنی، فلم سازی، تفریح طبع کے نام پر ایسے شارٹ کلپس بنانا جس میں اپنے سماج کے عیوبات وعادات کا اظہار کرنا یہ تمام ایسی مشغولیات ہیں جس میں پڑ کر امتِ مسلمہ کا نوجوان اس کو ترقی کی معراج اور زندگی کا ہدف سمجھنے لگا ہے۔

لغویات سے اجتناب کا طریقہ: لایعنی؛ فضول باتوں اور بے سود کاموں سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے، اپنی زندگی کا ہدف طئے کریں اور یہ خیال کریں کہ میں کیوں پیدا کیا گیا ہوں؟ اور اس بات کا احساس ہمیشہ دل میں رہے کہ میں ہر دم اللہ کی نظر میں ہوں، مجھے زندگی کے ہر لمحہ کا کل بروزِ محشر حساب دینا ہے اور مجھے اپنی جوانی عبادت میں اور اسلام کے دفاع میں صرف کرنا ہے۔ وفقنا اللہ بما یحب ویرضیٰ

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا:

روایت میں ہے کہ یہ پہلی مہاجرات میں سے ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارِارقم پہنچنے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، اوراپنے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہوں نے حبشہ کی ہجرت کی تھی، وہاں انھیں عبداللہ، محمد اور عون تولد ہوئے۔(السیر ۃ:۲/ ۲۸۲۔۲۸۷)

ہجرت اور صبر خلاصۂ زندگی:

انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۷ سنہ ہجری میں مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی یوم موتہ میں ان شہادت واقع ہوئی۔

حضرت شعبیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: اسماء حبشہ سے مدینہ تشریف لائیں، ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''اے حبشیہ! ہم نے ہجرت میں تم سے سبقت کرلی'' انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! تم نے سچ کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں بھوکوں کو کھانا کھلاتے، جہلاء کو علم سے نوازتے، ہم دور پڑے ہوئے تھے، اللہ کی قسم! میں اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردوں گی، چنانچہ یہ نبی کریم کی خدمت میں تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''للناس ھجرۃ واحدۃ، ولکم ھجرتان'' اَور لوگوں نے صرف ایک ہجرت کی ہے، تم نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

بہترین اشخاص کی زوجہ محترمہ:

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی سن ۸ ھ میں وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ام رومان وفات پا چکی تھیں، جن سے ان کے لڑکے محمد حالت احرام میں حجۃ الوداع کے موقع پر پیدا ہوئے، پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سن ۱۳ ھ میں وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے ہی ان کی وصیت کے مطابق غسل دیا، پھر ان سے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا، ان سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کی زوجیت میں ہی رہیں۔

عاقلہ منصفہ، مودبہ بیوی، منصف اور متواضع شوہر:

زکریا بن زائد کہتے ہیں: میں نے عامر کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے حضرت علیؓ نے نکاح کیا، تو اسماء کے دونوں بیٹے محمد بن ابوبکرؓ اور محمد بن جعفرؓ ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے، ان دونوں میں سے ہر ایک کہنے لگے: میں تم سے بہتر ہوں، میرے والد محترم تمہارے والد محترم سے زیادہ اچھے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا: تم ہی ان دونوں کے بیچ فیصلہ کرو، تو انہوں نے فرمایا: میں نے عرب کے کسی نوجوان کو جعفرؓ سے بہتر نہیں دیکھا، اور میں نے عرب کے بوڑھوں میں ابوبکرؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا، حضرت علیؓ فرمایا: تم نے ہمارے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں، اگر تم اس کے علاوہ کوئی بات کہتی تو میں تم سے ناراض ہو جاتا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تین بہترین اشخاص میں آپ کم بہتر ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی وفات سن 38ھ میں ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات سن 60ھ کے بعد ہوئی۔

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

یہ ام عبداللہ قرشیہ تیمیہ، مکیہ پھر مدنیہ ہیں

مجاہدہ عورت کی زندگی کا سفر:

خلیفہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ محترمہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور مہاجرات میں سے اخیر میں وفات پانی والی ہیں، ان سے کئی ایک احادیث مروی ہیں، لمبی عمر پائی، ”ذات النطاقین“ کے لقب سے جانی جاتی ہیں۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ سال عمر میں بڑی تھیں۔

انہوں نے مدینہ کی جانب جس وقت ہجرت کی تو عبداللہ بن زبیرؓ کے حمل سے تھیں، ایک قول یہ ہے کہ آخری عمر تک ان کے دانت نہیں جھڑے تھے۔ یہ خود، ان کے والد محترم، ان کے دادا، ان کے بیٹے ابن الزبیر چاروں کے چاروں صحابی تھے۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إني علی الحوض، أنظر من یرد عليّ منکم“ (میں حوض کوثر پر ہوں گا اور تم میں سے ہر آنے والے شخص کو دیکھوں گا)

ہجرت کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معاونت:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہجرت کے موقع پر اپنی والد

محترم کے گھر میں توشہ تیار کیا، مجھے توشہ دان اور پانی کے برتن کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی، میں نے اپنے ابّا سے کہا: مجھے باندھنے کے لئے سوائے میری اوڑھنی کے کچھ نہیں مل رہا، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اس کے دو ٹکڑے کردو، اور ان سے ان دونوں کو باندھ دو، اس لئے وہ ''ذات النطاقین'' کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

عقلمند خاتون جس نے مال کے نہ ہونے اور اقرباء کے طعن کی پرواہ نہ کی۔

حضرت اسماءؓ سے فرماتی ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ اپنے ساتھ سارا مال پانچ ہزار یا چھ ہزار اپنے ساتھ لے کر چلے گئے، میرے یہاں میرے دادا ابوقحافہ جو نابینا ہوچکے تھے تشریف لائے، فرمایا: اس نے تم کو اپنے اور اپنی جان کے ذریعے تکلیف دی ہے، میں نے کہا: ہرگز نہیں! انہوں نے بہت سارا مال ہمارے لئے چھوڑ رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے چند کنکر لئے، اس کو گھر کے تابدان میں رکھا، اس پر کپڑا ڈھانک دیا، پھر اپنے دادا کے ہاتھ کو لے کو اس کپڑے پر رکھا، پھر فرمایا: یہ مال انہوں نے ہمارے لئے چھوڑ رکھا ہے، انہوں نے کہا: اگر اس نے یہ تمہارے لئے چھوڑ رکھا ہے تو پھر یہ ٹھیک ہے۔

شوہر کی خدمت گذار اور غیرت مند خاتون:

حضرت عروہؓ اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں: میرا نکاح زبیر بن عوام سے ہوا، ان کے یہاں ان کے گھوڑے کے علاوہ کچھ نہ تھا، میں ہی اس کی نگہداشت کرتی، اس کا چارہ فراہم کرتی، اس کے بچے کے لئے گھٹلیاں پیستی، اور پانی لاتی، آٹا گوندھتی، میں زبیرؓ کی زمین سے اپنی سرزمین سے تہائی فرسخ کی دوری سے سر پر گھٹلیاں اٹھا کر لاتیں، میں ایک دفعہ میری سر پر گھٹلیاں اٹھا کر لا رہی تھی، راستے میں نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ جارہے تھے تو آپ ﷺ نے اپنی سواری کو بٹھایا؛ تاکہ مجھے پیچھے بٹھا کر لے چلیں، مجھے شرم محسوس ہونے لگیں، میں نے حضرت زبیر اور ان کی غیرت کا تذکرہ کیا، تو نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے، جب یہ گھر واپس آئیں تو اس کا تذکرہ حضرت زبیرؓ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! تمہارا گھٹلیوں کا اٹھالانا یہ میرے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ مشقت کن تھا، فرماتی ہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے ایک خادم بھیجا، جس کی وجہ سے گھوڑے کی نگرانی کا بوجھ مجھ سے ہٹ گیا، گویا کہ میں آزاد ہوگئی۔

مومنوں سے محبت کافروں سے نفرت:

صحیح بخاری میں روایت منقول ہے حضرت اسماء فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! ﷺ میری ماں آئی ہوئی ہیں، وہ اسلام میں رغبت بھی رکھتی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں، تو فرمایا: '' آپ ﷺ

نے فرمایا ''صلی أمک''، تم اپنی ماں کیساتھ صلہ رحمی کیا کرو۔

حضرت اسماء نے اپنے شوہر زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ یرموک میں شرکت کی۔

ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ان کو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی تھی، یہ عروہ کو اپنے ہی پاس رکھتی تھیں، یہ اس وقت بہت چھوٹے تھے (حضرت عروہؒ بڑے تابعی فقیہ ہیں)

پہلی عورتوں کے عزائم آج کی عورتوں جیسے نہیں تھے:

قاسم بن محمد فرماتے ہیں: میں ابن الزبیرؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا، لیکن ان کی سخاوت مختلف تھی، حضرت عائشہ چیزوں کو اکٹھا کرتیں، جب یہ چیزیں ان کے یہاں اکٹھی ہوجاتی تو ان کو اپنے مقام پر خرچ کرتیں، حضرت اسماء کا عمل یہ تھا کہ یہ کل کے لئے کچھ جمع کرکے نہ رکھتیں تھیں۔

صبر کرنے اور ثواب کی امید رکھنے والی خاتون:

منصور بن صفیہؒ اپنی ماں سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی گئی کہ حضرت اسماءؓ جس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پھانسی دی گئی مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھیں، حضرت زبیرؓ حضرت اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ جسم کوئی حیثیت نہیں رکھتے، روحیں اللہ عزوجل کے یہاں ہوتی ہیں، لہٰذا آپ اللہ کا خوف کیجئے اور اور صبر کے دامن کو تھامے رہیئے۔ فرماتی ہیں: مجھے اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں بن رہی ہے، حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر بنی اسرائیل کے باغیوں نے لے لیا تھا۔

اپنے لڑکے کے قاتل ظالم حاکم کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتی:

ابو الصدیق ناجی سے مروی ہے، حجاج بن یوسف حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، اور کہنے لگا: اس گھر میں تمہارے بیٹے کی لحد بنائی گئی ہے، اللہ عزوجل نے اس کو دردناک عذات کا مزہ چکھایا ہے، تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے جھوٹ کہا، میرا لڑکا اپنے والدین کا فرماں بردار، دن کا روزہ دار اور رات کا تہجد گذار تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ: ''قبیلہ بنی ثقیف سے دو کذاب نکلیں گے، ان میں کا آخری شخص پہلے سے زیادہ سخت اور شریر ہوگا، پہلا ''مبیر'' ہے اور دوسرا ''حجاج''۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی وفات:

ابن سعد کہتے ہیں: یہ اپنے لڑکے کے انتقال کے چند دن بعد وفات پاگئیں، حضرت عبد اللہ بن زبیر کا قتل 17 جمادی الاولی سن 34 ھ کو ہوا تھا۔

اصلاحِ معاشرہ

ویلنٹائن ڈے کی حقیقت اور تباہ کاریاں

مفتی محمد صادق حسین قاسمی *

مغربی تہذیب نے بہت سے بے ہودہ رسوم ورواج کو جنم دیا اور بدتہذیبی اور بدکرداری کے نئے نئے طریقوں کو ایجاد کیا جس کی لپیٹ میں اس وقت پوری دنیا ہے اور بطورِ خاص مسلم معاشرہ اس کی فتنہ سامانیوں کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ مختلف عنوانات سے دنوں کو منانے اور اس میں رنگ رلیاں رچانے کے کلچر کو فروغ دینا شروع کیا اور اس کی آڑ میں بہت سی خرافات واہیات اور بداخلاقی وبے حیائی کو پھیلانے لگے، چناں چہ ان ہی میں ایک 14 فروری کی تاریخ ہے جس کو''یوم عاشقاں'' یا''یومِ محبت'' کے نام سے منانا جاتا ہے اور تمام اخلاقی حدوں کو پامال کیا جاتا ہے، بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور تہذیب وشرافت کے خلاف کاموں کو انجام دیا جاتا ہے، ناجائز طور پر اظہار محبت کے لئے اس دن کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ چند سال قبل یہ لعنت اس درجہ ہمارے معاشرہ میں عام نہیں تھی لیکن اب رفتہ رفتہ نوجوان طبقہ اس کا غیر معمولی اہتمام کرنے لگا ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم طلباء وطالبات میں دلچسپی بڑھتی جارہی ہے اور گویا کہ یہ دن ان کے لئے دیگر تمام دنوں سے زیادہ اہمیت کا حامل بن گیا کیوں کہ اس دن وہ اپنی آرزو کی تکمیل اور اپنے جذبات کا اظہار کرسکتے ہیں اور غیر شرعی وغیر اخلاقی طور پر محبت کا راگ الاپ سکتے ہیں جب کہ شرعی اور اخلاقی نیز معاشرتی اعتبار سے اس کی بہت ساری خرابیاں اور مفاسد ہیں لیکن ان تمام کو بالائے طاق رکھ کر جوشِ جنوں اور دیوانگی میں اس دن کو منانے کی فکروں میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ آیئے اس کی حقیقت اور تاریخ کو جانتے ہیں تاکہ اس لعنت سے مسلم نوجوانوں کو بچایا جاسکے۔

ویلنٹائن ڈے کی حقیقت:

ویلنٹائن ڈے کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، اس کی ابتداء کے لئے کئی ایک واقعات کو منسوب کیا جاتا ہے۔ جن میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ: سترھویں صدی عیسوی میں روم میں ویلنٹائن نام کا ایک پادری ایک راہبہ کی محبت میں مبتلا ہوگیا، چوں کہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا، اس لئے ایک

*جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء کریم نگر

دن ویلنٹائن نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ جسمانی تعلقات بھی قائم کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔راہبہ نے اس پر یقین کرلیا اور دونوں سب کچھ کر گزرے۔کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی ان دونوں کو قتل کر دیا گیا، کچھ عرصے بعد چند لوگوں نے انھیں محبت کا شہید جان کر عقیدت کا اظہار کیا اور ان کی یاد میں یہ دن منانا شروع کر دیا۔(ویلنٹائن ڈے:7)

بعض کے نزدیک یہ وہ دن ہے جب سینٹ ویلنٹائن نے روزہ رکھا تھا اور لوگوں نے اسے محبت کا دیوتا مان کر یہ دن اسی کے نام کر دیا۔کئی شرکیہ عقائد کے حامل لوگ اسے یونانی کیوپڈ(محبت کے دیوتا) اور وینس (حسن کی دیوی) سے موسوم کرتے ہیں، یہ لوگ کیوپڈ کو ویلنٹائن ڈے کا مرکزی کردار کہتے ہیں جو اپنی محبت کے زہر بجھے تیر نوجوان دلوں پر چلا کر انہیں گھائل کرتا تھا۔تاریخی شواہد کے مطابق ویلنٹائن کے آغاز کے آثار قدیم رومن تہذیب کے عروج کے زمانے سے چلے آرہے ہیں۔(پادریوں کے کرتوت:285) اور بعض نے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ: سینٹ ویلنٹائن ڈے کو آج کل جس طرح عاشقوں کے تہوار کے طور پر منایا جا رہا ہے یا ویلنٹائن کارڈ بھیجنے کی جو نئی روایت چل پڑی ہے اس کا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا لوپر کالیا کے حوالہ سے پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری یا پرندوں کے ایامِ اختلاط سے ہے۔(ویلنٹائن ڈے، تاریخ، حقائق اور اسلام کی نظر میں:40)

واقعہ بہر حال جو بھی ہو اور جس مقصد کے لئے بھی اس کا آغاز کیا گیا ہو لیکن آج اس رسمِ بد نے ایک طوفانِ بے حیائی برپا کر دیا، عفت وعصمت کی عظمت اور رشتۂ نکاح کے تقدس کو پامال کر دیا اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں آزادی اور بے باکی کو پیدا کر دیا، معاشرہ کو پراگندہ کرنے اور حیا واخلاق کی تعلیمات، اور جنسی بے راہ روی کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑا، برسرِ عام اظہار محبت کے نت نئے طریقوں کے ذریعہ شرم وحیا، ادب وشرافت کو ختم کر ڈالا، اس کی وجہ سے جو نہایت شرمناک واقعات رونما ہو رہے ہیں اور تعلیم گاہوں اور جامعات میں جس قسم کی بے حیائی بڑھتی جا رہی ہے اس کے لئے بعض قلم کاروں نے مستقل کتابیں لکھیں ہیں (اوپر حوالے میں جن کتابوں کے نام ہم نے پیش کئے اس کا مطالعہ بھی کافی ہے) تاکہ اس بے ہودگی سے نوجوان نسل کو روکا جاسکے۔

ویلنٹائن ڈے کی تباہیاں:

ویلنٹائن ڈے نے پاکیزہ معاشرہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ بدامن اور داغدار کیا ہے، اخلاقی

قدروں کو تہس نہس کیا ہے، اور رشتوں، تعلقات، احترام، انسانیت تمام چیزوں کو پامال کیا ہے، لال گلاب اور سرخ رنگ اس کی خاص علامت ہے، پھول کی تقسیم اور اس موقع پر ویلنٹائن کارڈ کا تبادلہ بھی اظہارِ محبت کی علامت سمجھا جاتا ہے، بڑی پیمانے پر اس کی تجارت ہوتی ہے اور ہوس پرست اس کو منھ بولے دام میں خریدتے ہیں۔ منچلوں کے لئے ایک مستقل تفریح کا سامان بن گیا۔ ویلنٹاین کی جھوٹی محبت کا انجام کیا ہوتا ہے اس کو مختصر جملوں میں بیان کیا کہ: ☆عشق کا بھوت نفرت میں بدل گیا، محبت کی شادی کا دردناک انجام، خاوند کے ہاتھوں محبوبہ کا قتل۔ ☆عشق کی خاطر بہن نے بھائی کا قتل کردیا۔ ☆محبوبہ محبوب سمیت حوالات میں بند۔ ☆محبت کی ناکامی پر دو بھائیوں نے خودکشی کرلی۔ ☆محبت کی ناکامی نوجوان ٹرین کے آگے کود گیا، جسم کے دو ٹکڑے۔ ☆ناکام عاشق نے لڑکی کو والدین چچا اور ایک بچی سمیت قتل کرڈالا۔ یہ وہ اخباری سرخیاں ہیں جو نام نہاد محبت کی بنا پر معاشرتی المیہ بنی اور آئے روز اخبارات کی زینت بنتی جارہی ہیں۔

(ویلنٹائن ڈے، تاریخ، حقائق اور اسلام کی نظر میں: 119)

آخری بات:

یہ وہ تلخ حقائق اور ویلنٹائن ڈے کی تباہ کاریوں کی ایک مختصر روداد ہے، جس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ ویلنٹائن ڈے کے عنوان سے پوری دنیا میں کیا تباہ مچائی جاتی ہے اور کس طرح ایمان واخلاق سے کھیلا جاتا ہے، معاشرہ کو بے حیا بنانے اور نوجوانوں میں بے غیرتی اور بے حیائی کو فروغ دینے میں اس دن کی کیا تباہیاں ہیں، اس حقیقت سے کسی عقل منداور سلیم المزاج انسان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اس وقت پوری دنیا میں بے حیائی کو پھیلانے اور بدکاری کو عام کرنے کی منصوبہ بند کوششیں ہورہی ہیں، نوجوانوں کو بے راہ روکرنے اور بالخصوص مسلم نوجوانوں سے جذبۂ ایمانی کو کھرچنے اور حیا واخلاق کے جوہر سے محروم کردینے کے یہ دن اور اس طرح کے بہت سے حربے اسلام دشمن طاقتیں استعمال کررہی ہیں۔ امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کو ان تمام لغویات اور واہیات قسم کی چیزوں بچنا ضروری ہے، اور معاشرہ کو پاکیزہ بنانے اور اخلاق وکردار کو پروان چڑھانے کے لئے اس طرح کے بے حیائی کو فروغ دینے والے دنوں کا بائیکاٹ کرنا ضروری ہے، اور اس کے بالمقابل اسلام کی حیا کی پاکیزہ تعلیمات کو عام کرنے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے ماحول میں بالخصوص اور نوجوان اپنے افراد واحباب اور دوستوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس دن کو حیا کا دن منانے اور حیا کو عام کرنے کی ترغیب دینے کا دن بتانے کی کوشش کریں، ان تمام چیزوں سے اپنے آپ کو بچائیں جو کسی بھی اعتبار سے معاشرہ میں بے حیائی کے پھیلنے کا ذریعہ بنے اور دنیا والوں کو اسلام کی بلند ترین تعلیمات کا خوبصورت نمونہ پیش کرنے والے بنیں۔

اصلاحِ معاشرہ

ذرائع ابلاغ اور مسلمان

حضرت مولانا محمد اسرار الحق قاسمی*

ذرائع ابلاغ کی یوں تو ہر دور میں بڑی اہمیت رہی ہے، لیکن عہدِ حاضر میں اس کی اہمیت نسبتاً زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں ذرائع ابلاغ کا دائرہ وسیع ہوگیا ہے۔ اخبارات، رسائل وجرائد، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ کا اس دور میں بہت زیادہ رواج ہے۔ کچھ صدیوں پہلے ان آلات ووسائل کا وجود نہ تھا۔ اس لیے لوگ اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے دوسرے ذرائع کا استعمال کرتے تھے، لیکن جن ذرائع کا بھی چند صدیوں قبل استعمال کیا جاتا تھا، ان کی رفتار آج کے مقابلے میں بہت سست تھی۔ مثال کے طور پر اپنی بات کہیں دور پہنچانے کے لیے خطوط لکھے جاتے تھے، مگر وہ کئی مہینوں میں پہنچتے تھے۔ کتابوں کی اشاعت کی بھی موجودہ شکل نہ تھی۔ مخطوطات سے کام چلایا جاتا تھا۔ لیکن اب جیسے جیسے ٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی ہورہی ہے، ذرائع ابلاغ کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اور رفتار بھی۔ چھاپے اگرچہ کئی صدی قبل وجود میں آچکے تھے، لیکن جو تکنیک فی زمانہ کتابوں کی اشاعت کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اس وقت اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے بڑی تیزی کے ساتھ کتابوں کی اشاعت بھی سامنے آرہی ہے، ماہانہ رسائل اور ہفت روزہ اخبارات کے علاوہ یومیہ اخبارات بڑی تعداد میں شائع ہوتے ہیں اور صبح سویرے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جاتے ہیں جب کہ ان میں رات کے نو بجے تک کی خبریں شائع کی جاتی ہیں، کبھی دس بجے تک کی بھی خبریں شامل کرلی جاتی ہیں رات بھر میں اخبار چھپ بھی جاتا ہے، ٹرینوں، گاڑیوں وغیرہ کے ذریعہ شہروں، قصبوں اور گاؤں میں صبح ہوتے ہوتے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ بھی جاتا ہے، اتنی آسانی اور برق رفتاری کی ہی وجہ ہے کہ بڑی تعداد میں اخبارات مختلف زبانوں میں شائع ہورہے ہیں۔ اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کا اس سے بھی تیز ذریعہ ریڈیو ہے۔ جس پر براہِ راست خبریں، تقریریں نشر کی جاتی ہیں اور قرب وجوار اور دور دراز کے لوگ اپنے اپنے مقام سے انھیں سن لیتے ہیں؛ ریڈیو سے بھی زیادہ ٹی وی نے فی زمانہ شہرت ومقبولیت حاصل کی ہے۔

آج گھر گھر ٹی وی ہے اور ٹی وی پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں چینلز آتے ہیں، یہ چینل صرف اپنے علاقے یا

*صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاونڈیشن دہلی

ملک کے ہی نہیں ہوتے بلکہ دوسرے ملکوں اور علاقوں کے بھی ہوتے ہیں، ٹی وی کے ذریعہ پوری دنیا کی خبریں سنی جاسکتی ہیں، مختلف قوموں کے حالات جانے جاسکتے ہیں، ریڈیو اور ٹی وی سے آگے انٹرنیٹ ہے، جس کے ذریعہ اپنے موضوع یا دلچسپی سے متعلق گھر بیٹھے ہی ڈھیر سارا مواد حاصل کیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعہ بات بھی کی جاسکتی ہے، اپنے پیغامات کو دوسروں تک بھی پہنچایا جاسکتا ہے، موبائل نے آکر رابطہ کی رفتار کو بہت زیادہ آسان اور تیز کر دیا ہے۔

آج دنیا میں بیٹھے ہوئے کسی بھی شخص سے کہیں بھی رابطہ کرنے میں وقت نہیں لگتا۔ نہ ہی کمپیوٹر کے پاس جاکر انٹرنیٹ کے استعمال کی ضرورت ہے بلکہ موبائل میں موجود انٹرنیٹ کے توسط سے بآسانی لوگوں سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ آناً فاناً لوگوں تک اپنی بات کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ سوشل ویب سائٹوں نے لوگوں کے رابطے کے دائرے کو بہت زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ موبائل میں واٹس ایپ نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے، آج کے دور میں دو چار فیصد ہی لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو واٹس ایپ کا استعمال نہ کر رہے ہوں، باقی سب واٹس ایپ استعمال کر رہے ہیں۔ اس ایپ کے ذریعہ اپنی بات کو دوسروں تک آناً فاناً پہنچانے کا سلسلہ جاری ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ فوٹوز اور ویڈیوز کا تبادلہ بھی کیا جا رہا ہے۔ لوگوں نے واٹس ایپ پر اپنے گروپ بنائے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی بات کو دوسروں تک بہت جلد پہنچا دیتے ہیں۔ ویڈیوز کے ذریعہ اپنی بات کو پھیلانے کے لیے یوٹیوب کا استعمال بڑے پیمانہ پر کیا جاتا ہے، جسے انٹرنیٹ کنیکٹڈ کمپیوٹر پر بھی دیکھا جاتا ہے اور موبائل پر بھی۔ موبائل میں انٹرنیٹ کی سہولت کے بعد گویا انٹرنیٹ کی دنیا میں انقلاب آگیا ہے اور صارفین کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ اب لوگ جو ویڈیوز یوٹیوب پر اَپ لوڈ کرتے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے اس کو ہزاروں لاکھوں لوگ دیکھ لیتے ہیں۔ اگر ویڈیو عوام کی دلچسپی کی ہے تو پھر اسے دیکھنے والوں کی تعداد ملین اور بلین میں پہنچ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر مشاعرے کی ویڈیوز کو اٹھا کر دیکھئے۔ ادھر مشاعرہ ختم ہوا اور ادھر اسے یوٹیوب پر اَپ لوڈ کیا، پھر دیکھنے والوں کا جو ہجوم لگا تو معلوم یہ ہوا کہ چند دنوں میں یوٹیوب کے ذریعہ مشاعرہ دور دراز کے لاکھوں لوگوں نے سن لیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ موجودہ عہد ذرائع ابلاغ کا ہے۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ پر جس کی جتنی گرفت ہے وہ اپنی بات، نظریہ، پیغام وغیرہ کو زیادہ دور اور زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ موجودہ عہد میں مسلمان ذرائع ابلاغ پر کتنی گرفت رکھتے ہیں اور کس قدر وہ اس کا استعمال دین کی اشاعت میں کر رہے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اس میدان میں دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ پیچھے ہیں، ذرائع ابلاغ کے تناظر میں مسلمانوں کی صورت حال کو جاننے کے لیے تین پہلو متعین کیے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ

کہ فی زمانہ جو ذرائع ابلاغ ہیں، مثلاً اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ، وہ مسلمانوں کی کس قدر گرفت میں ہیں یعنی مسلمان کس حد تک ان کے مالکان ہیں یا ان کی جڑوں تک رسائی رکھتے ہیں؟ دوسرے یہ کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کا استعمال کن کاموں کے لیے کر رہے ہیں، اور تیسرے یہ کہ آیا وہ دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟

جہاں تک تعلق اس بات کا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی جڑوں تک مسلمانوں کی کس قدر رسائی ہے؟ تو اس سلسلے میں مسلمان نہایت پیچھے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس بڑے اخبارات نہیں ہیں، اخبارات کو مواد فراہم کرنے والی ایجنسیاں بھی نہیں ہیں۔ یہاں وہ اخبار جو مسلمان شائع کر رہے ہیں، ان کو نکالنے کے لیے انھیں دوسروں کی ایجنسیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، تمام بین الاقوامی ایجنسیاں یہودیوں اور عیسائیوں کے قبضے میں ہیں، جو اخبارات بڑی تعداد میں شائع ہوتے ہیں، ان کے مالکان دوسری قوموں کے افراد ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان سے نکلنے والے اخبارات میں زیادہ پڑھے جانے والے اخبارات ہندی اور انگریزی کے ہیں، جن کے مالکان مسلمان نہیں ہیں۔ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے پاس انگریزی کا کوئی بھی ایسا اخبار نظر نہیں آتا جو ٹائمز آف انڈیا، ہندوستان ٹائمز، ایشین ایج، دی ہندو کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے۔ ایسے ہی ہندی اخباروں میں مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا اخبار نہیں ہے جو نو بھارت، ہندوستان، امر اجالا اور دینک جاگرن کی برابری کرتا ہو، مسلمانوں کے پاس اردو کے اخبارات ہیں، اور ان کا سرکولیشن بھی بہت محدود ہے۔ اس پر مزید ستم یہ کہ اردو کے یہ اخبارات ان ایجنسیوں کی خبروں پر منحصر ہیں جو مسلمانوں کی نہیں ہیں۔

اگر بات ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی کی جائے تو اس میدان میں بھی مسلمانوں کے پاس کچھ خاص قابلِ ذکر نظر نہیں آتا۔ ان دنوں لوگ اخبارات ورسائل اور کتابوں سے زیادہ ٹی وی دیکھتے ہیں۔ گزشتہ دو تین دہائیوں میں ٹی وی نے بڑی ترقی کی ہے۔ پہلے بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی ہوتی تھی، لیکن اب کلر ٹی وی، پھر ایل سی ڈی اور اس کے بعد ایل ای ڈی، اگر چینلوں کی بات کی جائے تو چینلوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ یہ چینل ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی تگ ودو کرتے ہیں، مسلمانوں کے اول تو چینل دکھائی نہیں دیتے، اور دو چار نظر بھی آتے ہیں تو وہ غیر مقبول ہیں۔ انٹرنیٹ کی باگ ڈور وقت کے یہود ونصاریٰ کے ہاتھوں میں ہے۔ بھلے ہی مسلمان انٹرنیٹ استعمال کرتے ہوں لیکن اس کی جڑوں تک مسلمانوں کی رسائی نہیں ہے۔ اسی طرح انٹرنیٹ پر بڑی بڑی ویب سائٹیں بھی مسلمانوں کی نہیں ہیں۔

اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہیں یا نہیں تو اس کا جواب اثبات میں دیا جاسکتا ہے، مگر ان کا استعمال محدود ہے۔ جیسا کہ ذرائع ابلاغ کے استعمال میں اخبارات ورسائل کا پڑھنا آتا

ہے، کتابوں کا پڑھنا، شائع کرنا وغیرہ آتا ہے۔ تجزیے بتاتے ہیں کہ مسلمان اخبارات دوسروں کے مقابلے میں کم ہی پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی کتابیں پڑھنے کا معاملہ ہے۔ کتابوں کے قارئین بھی مسلمانوں میں اتنے نہیں ہیں جتنا کہ وقت کا تقاضہ ہے۔ ہاں ٹی وی دیکھنے میں مسلمان کسی سے پیچھے نہیں ہیں، لیکن ٹی وی چینلوں میں وہ کونسے چینلز دیکھتے ہیں، یہ ایک دوسرا سوال ہے اور اہم بھی ہے۔ اگر محض تفریحی چینل دیکھے جارہے ہیں یا منفی تاثر دینے والے چینلز دیکھے جارہے ہیں تو ان کے دیکھنے سے نہ دیکھنا بہتر ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد ایسے ہی چینل دیکھتی نظر آتی ہے۔ اب رہی بات انٹرنیٹ اور موبائل کی تو مسلمان ان دونوں کے استعمال میں کسی سے پیچھے دکھائی نہیں دے رہے ہیں، خوب موبائل کا استعمال کر رہے ہیں، خوب انٹرنیٹ کا استعمال کر رہے ہیں لیکن یہاں بھی یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ آیا وہ استعمال مفید کاموں کے لیے کیا جارہا ہے یا غیر مفید کاموں کے لیے کیا جارہا ہے، تو اس بارے میں یہ بات تقریباً جگہ ظاہر ہے کہ اس وقت انٹرنیٹ اور موبائل کا زیادہ استعمال لایعنی باتوں اور چیزوں میں کیا جارہا ہے، اور مسلمان اس میں پیش پیش ہیں۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کا استعمال اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے کتنا کر رہے ہیں؟ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ آج جب کہ ایسے ذرائع موجود ہیں جن کے ذریعہ اپنی بات کو آناً فاناً دور تک پہنچایا جاسکتا ہے تو پھر ان کا استعمال کر کے اسلام کی باتوں کو کیوں نہ پھیلا یا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حق کی بات کو لوگوں تک پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کا کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ نے تبلیغ دین کی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔

اسلام میں تبلیغِ دین کو بہت ہی اہم قرار دیا گیا ہے اور اس کا بڑا ثواب بتایا گیا ہے، مسلمانوں کو اس دنیا میں مثبت کردار ادا کرنا ہے، لوگوں کو بتانا ہے کہ صحیح راستہ کیا ہے، کس طرح وہ حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں قرآن میں مسلمانوں کے بارے میں کہا گیا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کی رہبری کا کام انجام دیں، لوگوں کو صحیح راستہ دکھائیں۔ آج پوری دنیا کے جو حالات ہیں، جس طرح دنیا بدامنی کی شکار ہے اور جرائم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ امت مسلمہ اپنا مثبت کردار ادا کرتے ہوئے دنیائے انسانیت کو تباہی و بربادی سے بچانے کی کوشش کرے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عہدِ حاضر میں برائیاں بہت زیادہ ہیں، بے شمار فتنے ہیں؛ لیکن لوگوں تک اچھی بات کو پہنچانے کے لیے ذرائع بھی بہت زیادہ ہیں بشرطیکہ ان کا استعمال اسی طرح کیا جائے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے دین کی صحیح بات کو عوام الناس تک پہنچاتے، ان مسلمانوں

تک بھی جو دین سے دور ہوکر اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں، اوران غیر مسلموں تک بھی جو ناواقفیت کی وجہ سے گناہوں اور جرائم کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں۔ آج جب کہ ذرائع ابلاغ کا دور دورہ ہے، دنیا میں بے شمار انسان ایسے ہیں جو اسلام سے صحیح طور پر واقف ہی نہیں۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے اور بہت سے لوگ جانتے ہیں تو وہ باتیں جو معاندین اسلام نے اسلام کے خلاف بتائی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں غیر مسلمین کو کون بتائے گا؟ کون اسلام کی صحیح باتوں کو دنیا کے کونے کونے تک لے کر جائے گا؟

ظاہر سی بات ہے کہ یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے تک اسلام کی بات کو پہنچا دیں اوراس بات کی کوشش کریں کہ اسلام کی صحیح بات دنیا کے ایک ایک فرد تک پہنچ جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ کون اس کو قبول کرتا ہے اور کون قبول نہیں کرتا ہے۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، بندوں کا کام صرف پہنچانا ہے۔ مسلمانوں کو صرف دین کی بات پہنچانے کا مکلف بنایا گیا ہے، کسی کو ہدایت دینے کا نہیں۔ ہاں یہ ضرور امید کی جاسکتی ہے کہ اگر اسلام کی صحیح باتیں لوگوں تک پہنچائی جائیں گی تو اس کا ضرور فائدہ ہوگا۔ بہر کیف دنیا کے موجودہ منظر نامہ میں مسلمانوں کو ذرائع ابلاغ کا مثبت استعمال کرنا چاہئے اور ذرائع ابلاغ میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرنا چاہئے۔ اس کے لیے جو مثبت طریقے ہو سکتے ہیں وہ اختیار کیے جائیں۔ ذرائع ابلاغ کے استعمال میں غیر اسلامی طریقوں کو اختیار نہ کیا جائے اور نہ ہی ایسی باتوں کی تشہیر کی جائے جو غیر اسلامی ہوں اور نہ ایسی چیزوں کو دیکھا اور دکھایا جائے جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

اہل وعیال کو حلال روزی کھلاؤ

اگر فقیر کے پاس بھوک پیاس پر صبر کرنے کی قوت ہے تو اپنے اہل وعیال کی بھوک پیاس کا احساس کرے، خود توکل کرے مگر اہل وعیال کو توکل پر نہ چھوڑے، یہ خیال رکھے کہ اُنہیں حلال روزی اور رزق کھلائے تاکہ ان کی طاعت وعبادت وصلاحیت بارآور ہو، حرام کسب سے انہیں روزی نہ کھلائے، یہ گناہ ہے، نیک کام کرے، صدق اور باطنی صفائی کے لئے کوشاں رہے تاکہ خدا تعالیٰ اس کے اوراس کے اہل وعیال کے کاروبار میں برکت دے اوراپنی عبادت کی توفیق عطا کرے۔

(ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، غنیۃ الطالبین ص:۶۵۵)

اصلاحِ معاشرہ

سوریہ نمسکار اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

مولانا محمد غیاث الدین حسامی

ابھی حال ہی میں آندھرا پردیش کے وزیر اعلی چندرا بابو نائیڈو ایک بیان جاری کرتے ہوئے آندھرا پردیش کے تمام مساجد، منادر اور گرجا گھروں میں سوریہ نمسکار کو لازم قرار دیا، اس غیر متوقع اعلان سے جہاں مسلمانوں میں غیض وغضب کے شرارے بلند ہونے لگے وہیں دیگر مذاہب کے امن پسند اور دلِ دردمند رکھنے والے افراد بھی بے چین نظر آتے ہیں، چیف منسٹر کے اس اعلان پر حیرت وتعجب نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کے اعلانات آئے دن اخبارات میں آتے رہتے ہیں؛ لیکن سوریہ نمسکار کی حقیقت اسلامی تعلیمات کے روشنی میں کیا ہے اور سوریہ نمسکار ہندوستانی تہذیب ہے یا ہندو دھرم کا عقیدہ! اس پر کچھ باتیں ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں تاکہ مسلمان اپنے دین وایمان کی حفاظت کرسکے۔

سوریہ نمسکار سورج کے طلوع وغروب ہوتے وقت اس کی پوجا کرنے کا قدیم طریقہ ہے، اور یوگا کے آسنوں میں سے ایک آسن ہے، صبح کے وقت ہندو دھرم کے ماننے والے مردوخواتین کھڑے ہوکر سورج کی پوجا کرتے ہیں، اور مختلف آسنوں کے ذریعہ سورج کو سلام اور سجدہ کیا جاتا ہے، سوریہ نمسکار ہزار تاویلات کے باوجود بنیادی طور پر سورج کی عبادت کرنا ہے، جیسا کہ سناتن دھرم یعنی ہندو مذہب کی مقدس کتابیں اس کے اعتراف سے بھری پڑی ہیں اور موجودہ دور کے ہندو مذہبی رہنما اس کا برملا اعتراف کرتے ہیں، لیکن چونکہ اس شرکیہ عبادت کو علی الاعلان مسلط کرنا ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ممکن نہیں ہے اس لئے فرقہ پرست تنظیموں نے مختلف گمراہ کن حیلے بہانے تراشتے ہوئے اور اس حقیقت کو چھپانے کے لئے یہ کہا کہ سوریہ نمسکار کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ ہندوستانی تہذیب یا جسمانی ورزش سے ہے اور ہر آدمی کو اپنی تہذیبی اقدار نیز صحت کا خیال رکھتے ہوئے سوریہ نمسکار کرنا چاہئے۔

سوریہ نمسکار ہو یا یوگا قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، یوگا کے سلسلے میں ہندو مذہبی کتابوں میں مستند مواد میں نصوص صریحہ موجود ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یوگا کی بنیاد خالص کفروشرک پر ہے، بھگوت گیتا میں یوگا کی

سند موجود ہے اور یوگا میں پڑھے جانے والے سنسکرت کے اشلوک اس بات کی دلیل کے لئے کافی ہیں، یوگا اور سوریہ نمسکار کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا تعلق مذہب سے نہیں ہے تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے مرادف ہے، شیطان نے ہر زمانے میں لوگوں کو سورج کی عبادت کی طرف دعوت دی ہے، اور انسانوں کے مابین سورج کے بارے میں عجیب وغریب قسم کے تصورات دلوں میں پیوست کیا، جب کہ سورج کی حقیقت بس اتنی سی ہے کہ وہ اللہ کی من جملہ مخلوقات میں سے ایک ہے، اللہ نے اس کو پیدا کیا اور اس کے لئے ایک متعینہ رفتار رکھی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے ’’وھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلك یسبحون‘‘ اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا، ہر ایک اپنے اپنے محور میں تیر رہا ہے (الانبیاء ۳۳) سورج کا طلوع ہونا اور غروب ہونا اور روزانہ کی مسافت کا طے کرنا یہ سب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، وہ اپنے رب کا غلام ہے اس کے علاوہ سورج کی اور کوئی حیثیت نہیں، لیکن ہر زمانے میں انسانوں نے اسے رب کے ساتھ کھڑا کر دیا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس قوم میں بھیجے گئے تھے اس قوم میں سورج چاند اور ستاروں کی پوجا ہوتی تھی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو مخلوق کی پرستش میں دیکھا تو ان کو سمجھانے کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا ’’ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ، پھر جب رات نے ان پر اندھیرا کیا تو انہوں نے ایک ستارہ کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ (ستارہ) غائب ہو گیا تو کہا میں غائب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا، فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ‘‘ پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرے گا تو میں ضرور گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا، فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ‘‘ پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہی میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔

(الانعام ۷۶ تا ۷۸)

اسی طرح قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جن کو اللہ نے ایسی بادشاہت عطا کی تھی کہ ان کے بعد کسی دوسرے کو ویسی بادشاہت نہ مل سکی، اللہ نے انس وجن اور سارے پرندوں کو ان کے تابع کیا تھا، ایک دن ہدہد نامی پرندہ نے آکر کہا ’’میں نے ملکہ سبا اور اس کی قوم کے لوگوں کو اللہ کے بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اور شیطان نے ان کے سامنے ان کے عمل کو مزین کر دیا ہے اور انہیں سیدھے

راستے سے روک دیا ہے کہ وہ سیدھی راہ نہیں پاتے ہیں (النمل ۲۴) ہدہد پرندہ ہونے کے باوجود سورج کی پوجا دیکھ کر پریشان ہوگیا، لہذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام ایک خط لکھا اور ہدہد کو پہنچانے کے لیے بھیجا جس میں اسے اپنے پاس موجود ہونے کی دعوت دی تھی، چنانچہ سبا کی رانی سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی اور اپنی پوری قوم کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔

اسی طرح ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں میں سورج کے بارے میں کچھ نا قابل فہم تصورات پائے جاتے تھے، ان میں سے ایک تصور یہ تھا کہ کسی بڑے شخص کی پیدائش اور موت پر سورج متاثر ہوتا ہے اور اسے گہن لگ جاتا ہے، اور اس تصور کا اظہار اس وقت ہوا جس دن ہمارے نبی ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا، اسی دن سورج کو گہن لگ گیا، بعض صحابہ کے دل میں آیا کہ یہ واقعہ اللہ کے رسول ﷺ کے بیٹے کی موت کی وجہ سے پیش آیا ہے، نبی ﷺ کو یہ بات بالکل پسند نہیں تھی کہ کوئی ایسا غلط تصور مسلمانوں کے ذہن میں بیٹھ جائے جس سے ان کے ایمان وعقیدہ کو ٹھیس پہنچے یا یہ تصور ان کے ذہنوں میں بیٹھ جائے کہ ایک انسان اللہ کی کسی دوسری مخلوق میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے؛ اگرچہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مغموم تھے؛ لیکن آپ نے وقت پر اس غلط عقیدے کا حل ضروری سمجھا؛ لہذا آپ نے تمام صحابہ کو جمع کر کے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، ان کو نہ کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے، لیکن جب ایسا (سورج گہن) کا واقعہ پیش ائے تو جب تک سورج مکمل طور پر کھل نہ جائے دعا کرو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو، (بخاری، باب الصلوۃ فی کسوف الشمس)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ہر زمانے میں شیطان نے سورج کے بارے میں کچھ ایسے لغو اور فضول تصورات اور غلط افکار کو لوگوں کے درمیان ترویج دی ہے، جس کی وجہ سے لوگ سورج کی عبادت و بندگی کرنے لگے، اور اس کو مخلوق کے بجائے خالق، مربوب کے بجائے رب کا درجہ دینے لگے؛ لیکن ہر زمانے میں اللہ اپنے نبیوں اور رسولوں، امت کی فکر کرنے والے نیک وصالح بندوں کے ذریعہ ایسے بے جا تصورات و توہمات کا خاتمہ کیا اور لوگوں کو سورج کی عبادت و بندگی کے بجائے اللہ کی عبادت و نیازمندی کی طرف پھیرا، اور نزول قرآن کے وقت صاف طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ سورج بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ہرگز اس کی عبادت نہیں کی جائے گی چنانچہ چاند و سورج کے خالق نے ارشاد فرمایا ''وَمِنْ اٰيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

تَعۡبُدُوۡنَ '' یہ رات اور دن اور سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (اس لئے) سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُس خدا کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر فی الواقع تم اُسی کی عبادت کرنے والے ہو (سورۃ فصلت ۳۷) '' أَلَمۡ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسۡجُدُ لَهُ مَنۡ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنۡ فِي الۡأَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ وَمَنۡ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنۡ مُكۡرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفۡعَلُ مَا يَشَاءُ '' اے انسان! کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمین والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی، ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے، جسے اللہ ذلیل و رسوا کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (سورۃ الحج ۱۸) اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سورج کے طلوع، استواء اور غروب کے وقت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ سورج خوب ظاہر ہو جائے یعنی (ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جائے) نیز جب سورج کا کنارہ ڈوب جائے تو مطلقاً کوئی بھی نماز خواہ فرض ہو یا نفل چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ بالکل غروب ہو جائے اور آفتاب کے طلوع و غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرو اس لئے کہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے" (بخاری، باب صفۃ ابلیس و جنودہ، حدیث نمبر ۳۲۷۲) اوپر ذکر کی گئی قرآنی آیات اور احادیث سے واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ سوریہ نمسکار کسی بھی طرح جائز نہیں، اس طرح کے تمام کام اسلامی تعلیمات کے بالکل مغائر ہے، ایک مسلمان کبھی بھی اس قسم کے شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔

سوریہ نمسکار ہو یا بغیر سوریہ نمسکار کے یوگا ہو اسلئے بھی جائز نہیں کہ یہ دوسری قوموں کی مشابہت ہے، اور اسلام میں دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، حدیث نمبر ۴۰۳۰) مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں کہ مشابہت عام ہے، خیر کے کاموں میں ہو یا شر کے کاموں میں، انجام کار وہ ان کے ساتھ ہوگا، خیر یا شر میں۔ (بذل المجہود: ۴/ ۵۹) ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص کفار و فجار اور فساق یا پھر نیک و صلحاء کی، لباس وغیرہ میں ہو یا کسی اور چیز میں مشابہت اختیار کرے وہ گناہ اور خیر میں ان کے ہی ساتھ ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، ۸/ ۲۲۲، رشیدیہ) پھر یہ کہ کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے بہت سارے مفاسد پیدا ہوں گے (۱) کفر اور اسلام میں ظاہراً کوئی امتیاز نہیں رہے گا، اور امت مسلمہ دوسری باطل

قوموں کے ساتھ ضم ہو جائے گی، (۲) غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ دینی شناخت اور دینی پہچان بھی تو کوئی چیز ہے، جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں دین کا ہے، (۳) دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے میں درپردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے اور اپنی کمتری اور تابعداری اعلان ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، (۴) تشبہ بالکفار کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور داعیہ پیدا ہوگا، جو قرآنی احکام کے صریح خلاف ہے۔ (بحوالہ: کُفّار سے مشابہت اختیار کرنے کا شرعی حکم)

اگر سوریہ نمسکار اور یوگا کا تعلق مذہب سے نہ جوڑ کر صرف ہندوستانی تہذیب سے جوڑا جائے تب بھی یہ ناجائز اور حرام ہے، اسلئے کہ اسلام میں کسی دوسری قوم کی تہذیب جو اسلام کے خلاف ہو اختیار کرنا گناہ ہے، کیونکہ اسلام کی ایک الگ تہذیب اور منفرد شناخت ہے، جو دنیا کے تمام مذاہب کے لئے قابل تقلید ہے، اس لئے اسلامی تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر دوسری تہذیب کو اختیار کرنا کسی بھی مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے، رہی بات جسمانی ورزش کی تو اسلام نے اس سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ اسلام نے تو صحت وتندرستی کو نعمت قرار دیا ہے، اور اس کے تحفظ کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ اسلام حفظان صحت کا کس قدر خواہاں ہے، اور وہ کس طرح روحانی ارتقا کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت اور تن درستی میں بھی دل چسپی لیتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خود آپ ﷺ نے بھی صحت کی حفاظت اور صحت بنانے کے طریقے بتائے ہیں، جن میں تیراندازی، گھوڑسواری اور کشتی رانی وغیرہ کی مثالیں شامل ہیں، اس لئے انسان کو اپنی صحت کے لیے مختلف قسم کی ورزشیں کرنی چاہئیں تاکہ اس کے اعضاء مضبوط ہوں اور مختلف قسم کی بیماریوں سے مؤثر طور پر مزاحمت کرسکیں۔

یوگا اور سوریہ نمسکار کے ماہرین یوگا اور سوریہ نمسکار کو جسمانی کسرت کے علاوہ اسے میڈیکل سائنس قرار دے کر قدیم امراض کے علاج کا ادعا بھی پیش کررہے ہیں، اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ بیماریوں کا علاج یوگا کی جسمانی ورزش اور مشقوں میں ہے، لیکن دنیا کے بڑے بڑے بااختیار طبی تحقیقاتی اداروں سے اس بات کی توثیق ابھی نہیں ہو پائی ہے کہ یوگا سے واقعی امراض کا علاج ممکن ہے یا نہیں؟ انڈین میڈیکل کونسل اور امریکہ و برطانیہ کے بااختیار میڈیکل کونسلوں نے بھی یوگا کے ذریعہ امراض کے علاج کی تصدیق نہیں کی ہے، ڈاکٹرس کا کہنا ہے کہ یوگا میں بہت سے آسن ایسے ہیں جو علاج کے بجائے مریض کی صحت کے لئے نقصاندہ ہیں اور جوں جوں یوگا کرتے جائیں گے مرض میں اضافہ ہوسکتا ہے (یوگا شریعت اسلامی کی روشنی میں ۶۳) ہمارے بعض نوجوان اور مریض حضرات میڈیا میں پرکشش اشتہارات دیکھ کر اور اس سے متاثر ہو کر یوگا کلاس میں شرکت کررہے ہیں، جو سراسر اسلامی تہذیب وتمدن کے خلاف اور شریعت مطہرہ کے مغایر ہے۔

سوریہ نمسکار کے بجائے نماز کا اہتمام کرنے میں بے شمار روحانی وجسمانی، شخصی واجتماعی، فوائد وحکمتیں پوشیدہ ہیں، روحانی فوائد تو یہ ہیں کہ نماز کے واسطے سے بندہ کا اپنے رب سے رشتہ استوار ہوتا ہے، اس کی رحمت ومغفرت کا وہ امیدوار اوراس کے الطاف وعنایات کا طلب گار ہوتا ہے، اپنے مالک ومولی سے بندہ کا یہ جذباتی تعلق اس کی کامیابی وفلاح کا ضامن ہے، جسمانی فوائد یہ ہیں کہ نماز ایک بہترین ورزش ہے، سستی، کاہلی اور تعطل کے اس دور میں صرف نماز ہی ایک ایسی ورزش ہے کہ اگر اس کو صحیح طرز پر پڑھا جائے تو دنیا کے تمام دکھوں کا مداوا بن سکتی ہے، نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضاء کی خوشنمائی وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں وہاں اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ، اور تمام قسم کے GLANDS کی نشونما کرتی ہیں؛ بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں، یہ ورزشیں ایسی ہیں جن سے عمر میں برکت ہوتی ہے اور آدمی غیر معمولی طاقت کا مالک بن جاتا ہے اوران سے چہرے کے نقش ونگار خوبصورت اور حسین نظر آتے ہیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۲/ ۴۰ بحوالہ نبی اکرم کی نماز ۱۹۔ ۲۰) جب انسانی صحت کے لئے یوگا اور سوریہ نمسکار سے بہتر ذریعہ نماز موجود ہے جس میں روحانی اور جسمانی فوائد موجود ہیں اس کو چھوڑ کر کم تر چیز کی طرف بار بار توجہ دلانا کم عقلی کی بات ہے، کیا وہ یہ ماننے تیار ہے کہ سوریہ نمسکار یا یوگا کے بجائے نماز کا اہتمام کریں یا کم از کم روزانہ صبح سویرے نمازِ فجر یا نماز اشراق کی عادت ڈالیں۔

بہر حال! اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوریہ نمسکار ایک خالص ہندوانہ عقیدہ ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے نیز اپنی اولاد کو اس غیر اسلامی عقیدہ سے آگاہ کرنا اوران کی عقائد وایمان کی حفاظت کرنا والدین کی دینی وشرعی ذمہ داری ہے۔

دعوتِ فکر و عمل

نوجوانوں سے وقت کی فریاد

از: مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی*

یہ حقیقت ہے کہ جوانی نام ہے حوصلوں، امنگوں کا، عزائم، ارادوں کی بلند پروازی کا، جفاکشی، وفا شعاری کا ان ہی کے دم سے قوموں، تحریکوں، تنظیموں کا عروج ہے اور ان ہی کے خم سے ان کا زوال ہے، ان ہی کی ثبات قدمی سے وقت کے انا کے قدم لرزہ کھا جاتے ہیں اور ان کی نظر وفکر کی بلندی سے باطل نظریات وافکار سرنگوں ہو جاتے ہیں، ان کے عزائم کی جولانی میں آ کر نامساعد حالات وجود کھو دیتے ہیں اگر بات کو سمیٹ لیں تو یہ کہا جائے گا قوموں کا عروج وزوال انہیں سے وابستہ ہے، آدم علیہ السلام سے ایں دم تک تاریخ کے سینے میں یہ حقیقت نقش ہے جب کسی دور کا جوان بگڑا اس دور کے احوال بھی نا قابل بیان حد تک بگڑے اور اگر نوجوان سیدھی ڈگر پر آیا تو اس وقت کا زمانہ بھی بے مثال بن گیا۔

انسانیت کے تقاضے جس نوعیت کے بھی ہوں چاہے اس کا تعلق سیاسیات ہو، یا اقتصادیات سے، سماجیات سے ہو یا ملکی حالات سے، معاشرتی مسائل ہوں یا معاملاتی، قومی ہو یا ملی، قیادت کے ہوں یا سیادت کچھ بھی ہو اگر اس میں نوجوانوں کا عزم پنہاں اور خلوص نیت بھی شامل ہو تو اس میں کامیابی و کامرانی پہلے بھی آئی تھی اور آئندہ بھی ضرور آئے گی، ماضی اس پر شاہد ہے کہ خالد ابن ولیدؓ کا خدا کی تلوار بن کر دشمن کو ناکوں چنے چبوانا، اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی پورے شباب اور شباب کے سارے تقاضوں کو قربان کر دینا ــــــ اس عظیم جرنیل کا کمال خلوص یہ کہ وقت کے امیر کا حکم مل گیا کہ اب گوشہ نشیں ہو جاؤ کیا مجال تھی ایک قدم آگے بڑھ جائے، شہادت کا بے پناہ جذبہ لے کر جو پوری جوانی میدان کارزار میں گذاری، اس کی موت اپنے بستر پر ہوگئ ــــــ، طارق بن زیاد کا کارنامۂ اندلس، نورالدین زنگی کا گستاخِ رسول کو واصل جہنم کرنا، صلاح الدین ایوبی کا صلیبی عالمی بلادستی کو اپنے پیروں تلے روندنا، محمد بن قاسم کا ایک مظلوم بہن کی فریاد پر طویل سفر کر کے ظالموں کو انجام تک پہونچانا، ہند میں پرچم اسلام کو گاڑنا، اس جیسی بے شمار مثالیں تاریخ کے وسیع وعریض دامن میں موجود ہیں، یہ صرف چند مسلم نوجوانوں کے اسلامی کارنامے ہیں ورنہ ماضی کے چھاتی پر انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

مسلم نوجوانوں کے کارناموں کے انمٹ نقوش موجود ہیں۔

یہ تصویر کا ایک رخ تھا، تصویر کا دوسرا رخ یعنی جرائم واردات میں نوجوانوں کے کردار کو دیکھیں وہ ناقابل بیان ہیں، زن پرستی اور زر پرستی کو لے کر قابیل سے لے کر آج تک جو کچھ ہوا اور جو چل رہا ہے اہلِ نظر سے مخفی نہیں، مذہب، عقائد، علاقائی لسانی تعصب کی بنیاد پر نوجوانوں سے سفاکیت اور بہیمیت جو کروائی جارہی ہے اس سے انسانیت کا سر شرم سار اور حیوانیت بھی ماتم کناں ہے۔

ایسے پُر آشوب دور میں جب کہ ہر سمت سے امت مسلمہ پر حملے اور اسلام کے بیخ کنی کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہو، مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں دُگنی ہوجاتی ہے ایک اپنے آپ کو تعلیم وترقی وتزکیہ سے سنوارنے کی، دوسرا پوری باریک بینی کے ساتھ احوال عالم کا جائزہ لینے، دشمن کی تدابیر کو سمجھنے پھر ذی شعور علماء کرام کی سرکردگی میں ان سے مقابلہ کے لئے لائحہ عمل تیار کر کے سرگرم عمل ہوجانے کی، کیوں کہ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں پورے جوش وولولہ کے ساتھ وہی افراد کام کرسکتے ہیں جن میں موجوں کا زور اور آبشاروں کا شور ہو اور یہ طاقت نوجوانوں کو حاصل ہے۔

نوجوانوں سے اپیل

جب اتنی گراں بار ذمہ داری آپ کے دوش پر ہے تو آپ کو اس ذمہ داری کا حامل بننے کے لئے سب سے پہلے کچھ کام کرنے ہوں گے اور وہ بھی پوری جوانمردی کے ساتھ۔(۱) علماء کرام کے ساتھ اپنے روابط کو مضبوط کر کے ان سے اسلامیات واخلاقیات معلوم کرنا اور سیکھنا۔(۲) مقصد زندگی جان کر حتی المقدور اس کو پورا کرنا (۳) اہل علم سے رائے مشورہ کر کے پوری دانائی اور تدبیر کے ساتھ گھر کے ماحول کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرنا۔(۴) اخلاقی پستیوں سے نکل کر عمدہ اخلاق کی مثال بننا۔(۵) لغو ولایعنی مشغولیات کو ترک کر کے اپنے خیالات کو اسلام کی آبیاری کے لئے استعمال کرنا۔(۶) پورے استقلال کے ساتھ ترک معصیت اور اعمال صالحہ کرنے کی کوشش کرنا۔(۷) غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات کو جوڑ کر خود ان کی تہذیب سے متأثر ہوئے بغیر اسلامی تہذیب کو اور اپنے عمدہ کردار کو ان کے سامنے پیش کرنا۔

وقت کی پکار

علاقائی اور ملکی سطح سے آگے بڑھ کر عالمی سطح پر اسلام اور مسلم دشمنی کا بازار گرم ہے نوبت بایں جارسید کہ شعائر اسلام کو مٹانے اور اسلامی قوانین میں مداخلت کا سلسلہ بھی شروع ہوچکا ہے، بعض جگہ اسلام پر ہی پابندی ہے بعض جگہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے سعی پیہم جاری ہے، لگتا ایسا ہے کہ ہر ایک کا ایک ہی نعرہ ہے

''لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا'' تو ایسے زمانے میں وقت کی پکار علامہ اقبال کی زبانی ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

تاریخ کی چلمن سے جھانک کر ماضی سے سبق حاصل کرنا،، اور اسلام کی آبیاری کے لئے کمر ہمت کسنا، دشمن کی ہر خفیہ چال، خفیہ تحریکوں سے باخبر ہو کر اس طرز کا مقابلہ کرنا اور اسلام کا باحسن وجوہ دفاع کرنا ہے، خدا سے امیدِ نصرت لگا کر زبان پر یہ دعا رکھنا ہے، **رب انی مغلوب فانتصر** تو پھر کوئی بعید نہیں کہ ہم کو یہ مژدۂ جاں فزا ملے، **نصر من اللہ وفتح قریب**

ملت کے دردمند رہنما

طلاقِ ثلاثہ؛ بلکہ تمام ملی اور مذہبی مسائل پر مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے عظیم ادارے
مسلم پرسنل لاء بورڈ اور سبھی اکابر علماء دین کے نام

کاوش: مولانا اکرام الحسن مبشر قاسمی*

ہے زیبا جن کو سلطانی سلام ان سب اکابر پر
جنہوں نے دی ہے قربانی سلام ان سب اکابر پر

کوئی ہو مسئلہ دیں کا ،یا دنیا کا، سیاست کا
نہیں جن کا کوئی ثانی سلام ان سب اکابر پر

جو ہر موقع پہ بڑھ چڑھ کر خلوصِ دل سے کرتے ہیں
شریعت کی نگہبانی سلام ان سب اکابر پر

وہ جن کے جہدِ پیہم سے ہوئے ایواں میں سب یکجا
نہ چل پائی ہے من مانی سلام ان سب اکابر پر

جو حکمت ،مصلحت کے بھی تقاضوں کو سمجھتے ہیں
ہے جن کی نظر طولانی سلام ان سب اکابر پر

ہر اِک محفل میں للکارا کہ دیں ہرگز نہ بدلے گا
یہ ہے اِک حکمِ قرآنی سلام ان سب اکابر پر

جنہوں نے ہند میں رکھا بلند حق کا علم ایسے
ہے باطل کو پشیمانی سلام ان سب اکابر پر

بدرؔ، اسرارِحقؔ ہو یا ولیؔ رحمانی و رابعؔ
یا ہو سجادؔ نعمانی سلام ان سب اکابر پر

مسلسل کوششیں بھی ہیں، دعا بھی ان کے لب پر ہے
یہی جذبہ ہے ایمانی سلام ان سب اکابر پر

میں اپنا حق سمجھتا ہوں کہوں اکرامؔ کچھ ان پر
کروں ان کی ثنا خوانی سلام ان سب اکابر پر

---

*استاذ شعبہ معہد الاشرف ادارہ ہذا

فکر ونظر

کیا تین طلاق کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے؟

از: مولانا محمد کبیر الدین قاسمی*

چند ماہ سے طلاق اور تین طلاق کے مسئلے پر گرما گرم بحث جاری ہے، خصوصاً پارلیمنٹ میں اس مسئلہ پر قانون سازی کے بعد تمام ٹی وی چینلز، فیس بک، اور واٹس ایپ کا یہ موضوع سخن بنا ہوا ہے، دیکھا جاتا ہے کہ اکثر علم دین سے تہی دست ہونے کے باوجود اپنی رائے کا بے لاگ اظہار کرتے ہیں جو آزاد منش لوگوں کی سوچ سے ہم آہنگ اور ناپاک عزائم کے حامل اشخاص کی تلبیس کے مطابق ہوتی ہے، شاید ایسے ہی لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے دین اسلام کے خلاف ایسی غلط اور گمراہ کن باتوں کی بڑی نفاست، خوشنمائی اور ملمع کاری کے ساتھ تشہیر کی جاتی ہے جس سے سادہ لوح مسلمان متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، انہی میں سے یہ بات بھی ہے کہ ''تین طلاق کا تذکرہ قرآن میں کہیں نہیں ہے،'' یہ صرف دقیانوس ملاؤں اور قدامت پسند عالموں کی تشریحات ہیں جن کو عوام کے سر پر تھوپا گیا ہے ــــــ زیر نظر مضمون میں اس کی وضاحت کی جارہی ہے جس کے لئے چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) ہر صاحب ایمان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان میں پختگی اور مضبوطی اسی طرح ہو جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید پر ایمان میں پختگی ومضبوطی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کئے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہوتا ہے، اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہی زندہ کرتا ہے، وہی موت دیتا ہے، اس لئے تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے جو خود اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور تم لوگ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلو تا کہ تم ہدایت پانے والے ہو جاؤ (سورۂ اعراف: ۱۵۸) اس آیت شریفہ میں اللہ جل شانہٗ نے تمام انسانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ انسان اس نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کریں، رسول انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

صرف اتنا مطلب نہیں ہے کہ اس ذات اقدس کے مقامِ نبوت ومرتبۂ رسالت پر فائز ہونے کا یقین کرلیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رسالت ونبوت کی حیثیت سے ہر فرمان کو قبول کرنا اور دل وجان سے مان لینا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی حقیقت ہے؛ اس لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکم دیا ہے ایک مسلمان کے لئے اس کو ماننا اور تسلیم کرنا ازبس ضروری ہے اس کے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تیرے رب کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں یہاں تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم اور فیصل بنالیں پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دل میں کچھ تنگی بھی محسوس نہ کریں اور بلا چوں وچرا تسلیم کرلیں۔ (سورہ نساء آیت: ۶۵)

(۲) کلام الٰہی قرآن مجید اور کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث شریفہ دونوں مسلمانوں کے لئے قابلِ عظمت و حرمت ہیں کیوں کہ دونوں کا سرچشمہ اور منبع وحی الٰہی اور الہامِ خداوندی ہے، فرمان خدا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ (سورۂ نجم) اور تمہارے ساتھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہش نفس سے بات نہیں کرتے ہیں، ان کے نطق اور بُول بس وحی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے القاء کی جاتی ہے؛ قرآن مجید اور احادیث شریفہ دونوں زبانِ نبوت سے صادر ہوتے ہیں اور دونوں وحی الٰہی ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کے کلمات وحروف، معنی ومدلول اور نظم وترتیب سب اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہے اور احادیث شریفہ کے معانی ومدلولات اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوتے ہیں، ہاں ان کے الفاظ وحروف، جملے وکلمات، طریق تعبیر اور اسلوبِ بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم کو اللہ کا کلام اور احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام کہا جاتا ہے، اگر یہ فرق ملحوظ نہ ہو، نگاہ صرف وحی اور الہام من اللہ پر ہو تو قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں یکسانیت نظر آئے گی، اس لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (سورۂ حشر آیت: ۷) کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سب کو دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔ صاحب تفسیر ابن کثیر اس آیت شریفہ کی تفسیر میں راقم ہیں کہ امام نسائیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدو کے برتن، سبز ٹھیلیا، کھجور کے برتن اور روغنی برتن سے منع فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ تلاوت فرمائی، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات وارشادات اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات وارشادات ہیں لیکن آیت کی رُو سے ان پر عمل لازمی اور ضروری ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ احکام قرآن میں نہیں ہیں اس لئے عمل نہ کیا جائے۔

(۳) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہدایت ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے رہبر

ورہنما ہے، اللہ جل شانہٗ نے اپنی اس کتاب مبین میں ایمان وعقائد اور اعمال وافعال کے بنیادی مسائل کو کلیات کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے، اس لئے قرآن کریم کے لئے تفصیلات وجزئیات کی ضرورت ہے جن کو سید الانبیاء رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولاً وعملاً واضح فرمایا ہے، انہی قولی اور عملی تفسیر کا مجموعہ احادیث شریفہ ہیں جن کے بغیر ہم مکمل قرآن کریم کو درست طور پر ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴿۴۴﴾ (سورۂ نحل) اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کو نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے آپ حلال وحرام کو واضح کردیں جو ان ہی لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تاکہ وہ لوگ اس میں غور وفکر کریں، دوسری جگہ ارشاد ہے: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴿۶۴﴾ (سورۂ نحل) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے لئے اس امر دین کو صاف صاف بیان فرمادیں جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور تاکہ یہ کتاب قوم مومنین کے لئے باعث ہدایت اور رحمت ہو۔ پہلی آیت کے ذیل میں صاحب تفسیر ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہونے کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الخلائق اور سیدِ ولدِ آدم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل کردیں اور مشکلات کو واضح فرمادیں؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں توحید ورسالت اور ایمانیات کے بعد سب سے زیادہ تاکیدی حکم نماز اور زکوٰۃ کا دیا گیا ہے لیکن اس میں نماز کے تفصیلی احکام نہیں ہیں کہ نماز کس طرح اور کون سے اوقات میں ادا کی جائے گی؟ اس کے شرائط وارکان اور واجبات وسنن کیا ہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ زکوٰۃ کی کیا مقدار واجب ہوگی؟ نیز پیداوار اور غلوں میں زکوٰۃ کی تفصیل کیا ہے؟ اس قسم کے بے شمار مسائل ہیں جن کے جانے بغیر اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا قرآنی حکم واضح نہیں ہوسکتا۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ ایسے اجمالی احکام کو بیان فرمایا تو معلوم ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال وافعال دراصل قرآن کی عملی تفسیر ہیں، اس لئے جب ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: کان خلقه القرآن (صحیح مسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق واطوار اتباع قرآن ہیں، مذکورہ آیات سے معلوم ہوگیا کہ احادیث کو قرآن سے علاحدہ کرکے نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث میں اس طرح تفریق کی جاسکتی ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کو قبول نہ کرکے قرآن سے اس کے ثبوت کا مطالبہ کیا جائے اور صراحت کے ساتھ وہ حکم قرآن میں نہ ہونے پر اس کا انکار کیا جائے، یا اعتبار اور قبول کے درجہ سے نیچے اُتار دیا جائے جیسا کہ آج کل عموماً مغرب زدہ اور آزاد طبیعت کے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اور

جدیدیت کے نام پر الحاد و بے دینی کا اختراع کرتے ہیں (اعاذنا اللہ منہ) حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بدن گودنے والی اور گدوانے والی، بال اُکھاڑنے والی اور حسن کے لئے دانتوں میں کشادگی کروانے والی پر لعنت کی ہے جو اللہ کی تخلیق بدلنے والی ہیں، یہ بات بنوسلمہ کی ایک عورت کو پہونچی جس کو ام یعقوب کہا جاتا تھا تو وہ آئی اور کہنے لگی مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ آپ نے اِس اِس طرح لعنت کی ہے، عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے، اور وہ کتاب اللہ میں بھی ہے، تو ام یعقوب نے کہا: میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے پھر بھی یہ حکم اس میں نہیں پایا، تو جواب میں فرمایا اگر تم اس کو پڑھی ہوتی تو ضرور پاتی، کیا تم نے نہیں پڑھا ہے؟ وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو جو حکم دیں اس کو لے لو اور جس سے روکے اس سے رُک جاؤ، تو اس خاتون نے کہا کیوں نہیں؟ تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں سے منع کیا ہے الخ (بخاری رقم: ۴۶۹۷) اس حدیث شریف کا مدعیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکم دیا ہے اگرچہ کتاب اللہ میں صریح لفظوں میں موجود نہ ہو مگر وہ حکم اس آیت "ما آتاکم الرسول" کے عموم میں داخل ہوگا، اور یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اللہ میں موجود ہے، لہذا حکمِ رسول حکمِ خدا ہے، حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف نظر کر کے کتاب اللہ سے صریح لفظوں میں ثبوت کا مطالبہ کرنا یا حدیث شریف کو نہ ماننا جہالت در جہالت ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل مقصد کی جانب آتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ تین طلاق کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے، لہذا اس کو غیر قانونی اور کالعدم قرار دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اولاً اس طرح کی فرسودہ سوچ بجائے خود غلط ہے، کیوں کہ احکام شریعت اور حلال وحرام قرآن مجید کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ احادیث شریفہ میں بھی بکثرت موجود ہیں؛ ایک سچے پکے مخلص مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ احکام کو عملی اعتبار سے قرآنی احکام کی طرح واجب اور لازم جانیں ورنہ انجام انکارِ حدیث ہوگا، حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تم میں سے کسی کو ایسے حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے آراستہ بیڈ پر ٹیک لگا کر ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم آئے جس کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے میں نے منع کیا ہے پھر وہ کہے مجھے اس کا علم نہیں (کیونکہ اس نے اپنے آپ کو حصول علم میں لگایا ہی نہیں اور دین سے غافل رہا) جو احکام ہم نے قرآن میں پائے ہیں بس اس کی اتباع کریں گے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ) دوسری روایت حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

:سنو! مجھے قرآن اوراس کے ساتھ اُسی کے مثل دیا گیا ہے(احادیث) خبردار! قریب ہے کہ آسودہ حال شخص اپنے مزین تخت پر ٹیک لگاتے ہوئے کہے گا،تم پر یہ قرآن لازم ہے،اس میں جو حلال پاؤاس کو حلال سمجھو،اور جو تم اس میں حرام پاؤاس کو حرام جانو، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی طرح حرام کیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے،سنو! تمہارے لئے پالتو گدھے اور ہر نوکیلے دانت والے درندے حلال نہیں ہیں اور نہ کسی معاہد کا لقطہ حلال ہے الا یہ کہ صاحب لقطہ اس کا ضرورت مند نہ ہو، اور جو لوگ کسی قوم پر اُترے ان پر اس کی مہمان نوازی ضروری ہے پھر اگر مہمان نوازی نہ کرے تو اترنے والے کو یہ حق ہے کہ اپنی مہمان نوازی کے بقدر وصول کرلے۔(ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ)

ثانیاً تین طلاق کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے،اس کو جاننے کے لئے کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے کہ تین طلاق واقع کرنے کی متعدد صورتیں ہیں: (الف) تین طلاق تین بار میں دی جائے۔(ب) تین طلاق تین طہر میں یکے بعد دیگرے دی جائے۔(ج) ایک مجلس میں تین طلاق ایک ساتھ دی جائے۔ان کے علاوہ اور صورتیں بھی نکلتی ہیں۔ان میں سے اول الذکر طریق کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ط الخ کہ طلاق دو بار ہے پھر عمدگی کے ساتھ روک لینا ہے یا حسن وخوبی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔اس کے بعد والی آیت میں ارشاد ہوا فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ط الخ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۹، ۲۳۰) پھر اگر (دو کے بعد) عورت کو طلاق دے دے تو عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوگی تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ شوہر سے نکاح کرلے۔صاحب تفسیر ابن کثیرؒ نے اس کی تفسیر میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مختلف صحیح اسانید کے ساتھ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: طلاق کی کوئی حد نہ تھی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے مراجعت کرلیتا،انصار کے ایک شخص اوراس کی بیوی کے مابین کچھ مسئلہ تھا اس بنا پر انصاری مرد نے کہا بخدا! میں تجھے اس طرح چھوڑ دوں گا کہ نہ تو بے شوہر کہلائے گی اور نہ شوہر والی، تو وہ اس کو طلاق دینے لگا، یہاں تک کہ جب عدت مکمل ہونے کے قریب ہوتی تو وہ رجوع کرلیتا،اس نے کئی بار اس طرح کیا تو اللہ عز وجل نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی الطلاق مرتان الخ اور طلاق کو تین کے ساتھ محدود کردیا وہ بھی اس طرح کہ رجعت کا حق صرف دو طلاق تک ہوگا اور تیسری طلاق کے بعد رجعت نہیں ہوگی یہاں تک کہ پہلے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح کرلے۔اس حدیث کی روشنی سے معلوم ہوا کہ نفسِ تین طلاق کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اگرچہ کہ مختلف کیفیت طلاق مذکور نہیں ہے۔

ثالثاً اگر تین طلاق اور اس کی کیفیت کا ذکر صرف احادیثِ نبویہ میں ہوتا اور ہے، اور قرآن کریم میں نہ ہوتا تب بھی ''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا'' کے حکم عام اور اصولی ضابطہ کے مطابق یہ کہنا صحیح ہوتا کہ یہ حکم گویا کہ قرآن میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ام یعقوبؓ کو جواب دیا تھا اور اس خاتون نے اس کو قبول بھی کیا۔

رہی بات ایک مجلس میں تین طلاق کے بارے میں احادیث، تو ملاحظہ فرمائیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی پھر اس خاتون نے دوسری شادی کی اور اس نے بھی طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا، کیا وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہے فرمایا نہیں! یہاں تک کہ وہ شوہر اس کے شہد کا مزہ چکھ لے جیسا کہ اول شوہر نے چکھا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۲) عویمر عجلانیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں تین طلاق دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں نافذ کیا۔ (متفق علیہ) ان کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ان احادیث اور آیتِ شریفہ کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں میں تین طلاق کا ذکر ہے، لہذا اس طرح کی باتیں کہ طلاقِ ثلاثہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، سراسر لغو اور بے ہودہ ہے، اور احادیث کو چھوڑ کر ہر حکم قرآن میں تلاش کرنا زلت وضلالت ہے۔

اللہ عزوجل حفاظت فرمائے۔

یہ لوگ میرے عاشقین ہیں

دوستو! زندگی بھر اللہ والوں سے بچنے کی کوشش مت کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھی حکم دیا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو اور جنت کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ وہاں بھی دامن نہیں چھٹے گا، مولویوں کو وہاں بھی تلاش کرنا پڑے گا، دلیل کیا ہے؟ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ جاؤ میرے خاص بندوں سے ملو، میرے عاشقوں سے ملو جو جامع الظاھر و الباطن ہیں، جو ظاہرِ شریعت پر بھی عمل کرتے ہیں اور باطن میں، اپنے قلوب میں میرا دردِ محبت اور خشیت رکھتے ہیں یہ لوگ میرے عاشقین ہیں۔

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ)

فکرونظر

اسلامی قانون کا امتیاز اور انسانی قانون کی کمزوری

مفتی سہیل الرحمٰن قاسمی*

صدیوں سے انسان قانون سازی کے میدان میں کوشش کر رہا ہے اگر چہ کہ اس میں اس نے الٰہی قوانین سے بڑی حد تک استفادہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود ابھی تک کوئی ایسا قانون وضع نہیں کر پایا؛ جس کو ناقابل ترمیم کہا جا سکے اور اسکو انسانی جذبات وافعال کا مکمل آئینہ دار بتلایا جا سکے خود ماہرین قانون عالمی قوانین کے بارے میں بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ چین میں انصاف مہنگا ہونے کو اس طرح واضح کیا گیا کہ: ''قانون سے انصاف طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسے بلی کو حاصل کرنے کی کوشش میں گائے کھو دینا'' (چینی کہاوت)

اسی طرح قانون کے سب کے لئے یکساں نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ''انا کراس'' نے کہا: تحریری قانون مکڑی کے جالوں کے مانند ہیں کمزوران میں پھنس جاتا ہے اور طاقتوران کو توڑ کر نکل جاتا ہے۔

ڈلوٹن نے کہا کہ: '' مصیبتوں اور مظالم کے ازالے کے لیے قانون سے رجوع کرنا ایسا ہے جیسے کوئی بھیڑ پناہ کی تلاش میں کسی خاردار جھاڑی میں گھس جائے''

پیٹن نے تو صاف لکھ دیا کہ اب تک کوئی قابل قبول قانون نہیں بن سکا، ہر سچا تنقید کرنے والا اپنے لیے اخلاقی اقدار کی ایک بنیاد بنانے کی خواہش رکھتا ہے لیکن افسوس کہ اس ضمن میں تا حال کوئی قابل قبول نظریہ نشونما نہ پا سکا۔ (ملاحظہ ہو پیٹن کی کتاب فلسفہ قانون ۹۸)

قانون سازی کے لئے مذہب کی ضرورت

ان تصریحات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جدید انسان اپنے قانون کے تصورات کے بارے میں کتنی زبردست الجھن میں گرفتار ہے اب یہ احساس روز بروز بڑھتا جا رہا ہے کہ جدید فلسفہ کی ساری تگ ودو انسانیت کو فلاح وکامرانی تک پہونچانے میں ناکام رہی ہے اور انسان بدستور اس وسیع کائنات میں حیران وپریشان نظر آتا ہے اور ایک ایسے قانون کا متلاشی ہے جو انصاف کا حقیقی علم بردار ہو؛ لیکن وہ مذہب سے ہٹ کر وحی الٰہی کی روشنی کے بغیر ہی قانون بنانا چاہتا ہے، جس کی بناء پر ہمیشہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کر رہا ہے۔

* استاذ شعبہ حفظ ادارہ ہذا

"ڈاکٹر فرائڈ مین" نے مذہب کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے: مختلف کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انصاف کے حقیقی معیار کو متعین کرنے کے لیے مذہب کی رہنمائی حاصل کرنے کے سوا دوسری ہر کوشش بے فائدہ ہوگی، انصاف کے مثالی تصور کو عملی شکل دینے کے لیے مذہب کی عطا کی ہوئی بنیاد بالکل یکتا طور پر حقیقی اور سادہ بنیاد ہے۔(legal the ory. Page No 450)

آج بھی غیر متعصب سنجیدہ ذہن رکھنے والا اور حقیقت پسندی کا جذبہ رکھنے والا ہر فرد یہی کہے گا کہ دنیا کو آج اسی قانون الٰہی کی ضرورت ہے جس نے دنیا کے بڑے مہذب اور ترقی یافتہ علاقوں پر صدیوں تک حکومت کی ہے۔

اسلامی قانون کا امتیاز

اسلامی قانون میں جو جامعیت، آفاقیت، ابدیت، معنویت، زندگی کی نفاست وحس اور ہر دور کے حالات اور ہر طبقے کے انسانوں پر اس کی جو تطبیقی صلاحیت پائی جاتی ہے وہ نفس کے مارے ناقص علم رکھنے والے فطرت انسانی کے رموز واسرار سے ناواقف اور خالق کائنات کی معرفت نہ رکھنے والے خودغرض انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتی۔

مغربی مفکرین تھک ہار کر اب کہنے لگے کہ: جدید فلسفۂ قانون ابھی تک کسی قابل قبول پیمانہ کو ہمارے سامنے پیش نہیں کرسکا اور اس نے وقتاً فوقتاً قانون کے بنیادی مسائل کا جو حل ہمارے سامنے رکھا ہے وہ خیالات میں ابتری پیدا کرنے کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں کرسکا۔

(He patonat ext book of jorisprodens.Page No 116)

اس کے برخلاف اسلامی قانون ایک کامل ومکمل قانون ہے قرآن مجید میں جا بجا اس حقیقت کو بیان کیا گیا ارشاد باری ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (مائدہ:۵) ترجمہ: آج مکمل کردیا ہے میں نے تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کردی ہے تم پر اپنی نعمت اور پسند کرلیا ہے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین۔

انسانی قوانین کی کمزوری

انسانی قانون اپنے لیے کوئی شرافت وتقدیس اور اخلاقی پہلو نہیں رکھتا جس کی بناء پر وہ زنا کاری، ہم جنس پرستی شراب نوشی جیسے گھناؤنے جرائم کا محافظ بن جاتا ہے، جس سے خاندانی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے، بے حیائی کا فروغ ہوتا ہے، اور انسان ایک درندہ صفت بھیڑیا بن جاتا ہے جس سے معاشرے میں جرائم بڑھتے رہتے ہیں،

اسی طرح انسانی قانون لوگوں کے جسموں پر حکومت کرنا چاہتا ہے دلوں پر نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ وہ جنگی قیدیوں کو اذیت ناک سزا دیتا ہے جب کہ اسلام ان کو غلام بنا کر اپنے ساتھ رکھ کر حسن سلوک کرتا ہے تاکہ وہ حسن سلوک کی اسلامی خوبی کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہو جائیں، اور کسی نہ کسی بہانے سے ان کو آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح اسلام نہ تو سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کا قائل ہے کہ جس میں مال دار کو اتنی آزادی دی جاتی ہے کہ وہ اخلاقی اقدار کو پامال کرتے ہوئے غریبوں کو سود کے جال میں جکڑ کر ان کا خون چوس کر اپنے لیے عیش وعشرت کے سامان تیار کرتا ہے؛ نہ ہی اسلام سوشلزم کا قائل ہے کہ انسان اپنی فطری آزادی کو خود غرض حکمران ٹولے کے پاس گروی رکھ کر غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے۔ علامہ اقبال نے اسی لیے کہا تھا

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

اسی غریبی اور غریبوں سے ناانصافی اور مہنگے ایجوکیشن نے کروڑوں انسانوں کو پیشہ ور مجرم بنا دیا ہے، لاکھوں خواتین عزت بیچ کر کوٹھوں پر ناچ کر اپنا گھر چلانے پر مجبور ہیں، اسی غریبی نے لاکھوں انسانوں کو بغاوت پر مجبور کر دیا ہے، چے گویرا نے صحیح کہا تھا: جب ناانصافی قانون بن جائے تو بغاوت فرض ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف اسلام ایسے نظام معیشت کو پیش کرتا ہے جو فطری آزادی تو دیتا ہے لیکن خدا اور آخرت کا تصور دے کر اخلاقی اقدار کو پامال نہیں ہونے دیتا، اور اہل ثروت سے ڈھائی فی صد مال لے کر غریبوں تک پہونچانے کا انتظام کرتا ہے۔

الغرض انسانی قانون تعمیر کے بجائے تخریب کا کام کرتا ہے کیوں کہ اس کی بنیاد صرف عقل اور خود ساختہ اصولوں پر ہے جبکہ اسلامی قانون کی بنیاد انسانی قانون کی طرح محض خاندانی رسوم و روایات، علاقائی عرف و عادات یا ذات پات وغیرہ پر نہیں؛ بلکہ اسلامی قانون کی بنیاد روزِ اول ہی سے انسانی فطرت اور ہدایت الٰہی پر ہے انسانی قانون ہزاروں سال کے ارتقا کے بعد جس منزل پر پہنچے گا اسلامی قانون کا پہلا قدم وہاں سے اٹھے گا، قرآن حکیم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے: فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾
(سورۂ روم)

پس آپ یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے کو نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

اسلام میں انسانی حقوق کی رعایت

آج پوری دنیا میں بھائی چارگی مساوات اور بنیادی حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے جبکہ اسلام نے روز اول ہی سے کہا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

دیگر اہل مذاہب کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور عدالتی وقانونی تحفظ فراہم کرنے کی یوں تعلیم دیتا ہے:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۸ (الممتحنة)

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

جان کا تحفظ یہ کہہ کر عطا کرتا ہے کہ: من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة (جو کسی مُعاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا)

اموال کا تحفظ بایں الفاظ فراہم کرتا ہے: الا لا تحل اموال المعاهدين الا بحقها "خبردار! معاہدین کے اموال ناحق حلال نہیں ہے؛ یہی نہیں بلکہ اسلام نے ان کی عزت وآبرو کی اس حد تک حفاظت فرمائی ہے: ويجب كف الاذیٰ عنه وتحرم غيبته كالمسلم "اس کو تکلیف دینے سے رُکنا لازم ہے، اس کی غیبت ایسے ہی حرام ہے جیسے کسی مسلمان کی۔"

اور مساوات کا درس دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: يا معشر قريش! ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بالآباء، الناس من آدم وآدم من تراب "۔

ترجمانی "اے قومِ قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔" پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۱۳

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی [اللہ سے ڈرنے والا] ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے"۔

نماز ہی کو دیکھ لیجئے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یہی نہیں بلکہ اسلام نے لا اکراہ فی الدین کہہ کر مذہب کی آزادی دی غیر مسلم اقلیتوں کو سوائے ملکِ عرب اور امصار المسلمین کے جملہ اعتقادات، مذہبی مراسم وشعائر کے ساتھ گرجا گھر، مندر بنانے کی مکمل آزادی عطا کی حتیٰ کہ ذمیوں کو قانون سے مستثنیٰ کرتے ہوئے شراب بنانے، بیچنے، خنزیر کھانے، خرید وفروخت کرنے کی بھی رخصت عطا کی، اور مذہبی درسگاہیں بنانے سے بھی منع نہیں کیا، الغرض! اسلام نے ذمیوں کو پرسنل لا کی مکمل آزادی دی ہے، جبکہ دیگر بعض مذاہب میں اعلیٰ ذاتوں کو کمزوروں پر ظلم کرنے کا پورا پورا اختیار دیا گیا ہے، اور اگر اسلامی عائلی قوانین کو دیکھا جائے تو وہ بھی ایک ایسا خوبصورت نظام ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

جب اسلام کے عائلی قوانین کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوری یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو محدود کر دیا صنفی مساوات اور آزادی نسواں کے نام پر اسلام کو بدنام کیا جاتا ہے

ان معترضین سے سوال ہے کہ کیا تمام اداروں کے اعلی ترین عہدوں میں تمام قابلیتوں کے باوجود خواتین کا تناسب برابر ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا، صنفی مساوات کا نعرہ لگانے والوں نے اب تک کی رپورٹ کے مطابق عورت کو گھریلو تشدد سے نکالنے کی کوشش میں بازاری تشدد میں مبتلا کر دیا ہے اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کو عام کر کے جنسی استحصال کی راہ ہموار کی ہے، عورتوں کو دولت کمانے کی راہ دکھا کر عورت کے کندھے پر دوہری ذمہ داری ڈال دی ہے، اب بعض مغربی مفکرین بھی کہنے لگے کہ عورت سب کچھ نہیں کر سکتی اس سلسلے میں خود امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ایک اعلیٰ عہدے دارین میری سلاٹر نے ایک کتاب لکھ دی جس کا نام ہے

why women still can't have it all

جس میں انہوں نے وضاحت کی ایک عورت امور خانہ داری اور تولیدی مسائل کے سبب وہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتی جو ایک مرد حاصل کر سکتا عورتوں کو چاہیے کہ وہ اب بے وقوف بننا چھوڑ دے۔

کسی نے سچ کہا ہے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

سب سے زیادہ حقوق نسواں کا نعرہ لگانے والے اور خود کو سپر پاور کہنے والے امریکہ میں سرکاری ڈیٹا کے مطابق امریکہ کی ہر 6 عورتوں میں سے ایک زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہے اور ہر 5 میں سے ایک بچہ بھی صحیح النسب نہیں ہوتا اور طلاق کی شرح 60 فیصد ہے جبکہ اسلامی ممالک میں 6 فیصد بھی نہیں۔

علامہ اقبال نے سچ کہا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیاں نہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

بہرحال! آج دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہوئی اسی قانون الٰہی کی منتظر ہے جس کے ماننے والوں نے دنیا میں عدل انصاف قائم کر کے دکھایا تھا ہمیں ہماری ٹوٹتی بنتی اسمبلیاں، مرض الموت میں گرفتار جمہوری نظام، گرتا ہوا انصاف کا معیار، آئین کے ساتھ ملک کی اکثریت کا کھلواڑ اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ ہم عملی طور پر دنیا کو اسلامی قوانین کی حقانیت سے واقف کرائیں اور آج اسلام دشمن میڈیا اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے اسلام کی غلط تصویر پیش کر کے اسلام سے قریب آتی انسانیت کو اسلام سے دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے ہم اس کا مثبت انداز میں جواب دیں، دنیا کو بتائیں کہ اسلام صرف مار دھاڑ، دہشت گردی، یا ہاتھ کاٹنے، قصاص لینے اور طلاق دینے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام محبت و مساوات اور عدل و انصاف پر مبنی مذہب ہے۔

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا
سفینۂ برگ گل بنا لے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہو گا
دیار مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زر کم عیار ہو گا

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

ادارہ

کیا فجر کی اذان کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں؟

مسئلہ: فجر کی اَذان کے بعد قضا نماز تو پڑھ سکتے ہیں؛ لیکن سنتِ فجر کے علاوہ کوئی بھی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۲/ ۳۷زکریا)

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنت فجر پڑھنے کا حکم؟

مسئلہ: فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد خارج مسجد یا مقتدیوں کی صفوں سے ہٹ کر ستون کے پاس یا مسجد کے کونے میں بشرطیکہ فجر کی جماعت مل جائے تو فجر کی سنتوں کو پڑھنا بلاشبہ جائز ہے؛ لیکن صفوں سے متصل یا جماعت چھوٹنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت فجر کی سنتیں پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس پر شاہد ہے؛ البتہ فجر کی سنت اگر رہ جائے تو فجر کی جماعت کے بعد طلوع شمس سے پہلے پہلے سنت کا اعادہ جائز نہیں ہے۔ اور طلوع شمس کے بعد اسے پڑھنے کی گنجائش ہے، مگر وہ سنت نہیں رہے گی بلکہ نفل بن جائے گی۔ عن عائشة - رضي الله عنها - أن النبي صلى ﷺ لم يكن على شيء من النوافل أشد معاهدة منه على ركعتين قبل الصبح۔ (صحیح مسلم، الصلاۃ، باب تعاہد رکعتی الفجر، النسخۃ الہندیۃ ۱/ ۲۵۱)

(مستفاد، از: فتاویٰ قاسمیہ: ۸/ ۱۸۱)

فجر کی سنت بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: فجر کی سنتیں بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا درست نہیں ہے۔ (شامی: زکریا: ۲/ ۴۵۴)

ایک رکعت بھی ملنے کی امید ہو تو فجر کی سنتوں کو ترک نہ کرے

مسئلہ: اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے اور وہاں جماعت خانہ سے ہٹ کر نماز پڑھنے کی جگہ موجود ہو تو اگر سنت کے بعد ایک رکعت بھی ملنے کی امید ہو تو اولاً سنت پڑھے اس کے بعد جماعت میں شریک ہو، اور اگر ایک رکعت بھی ملنے کی امید نہ ہو تو اس وقت سنت ترک کردے بعد میں سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔

(شامی زکریا: ۳/ ۵۱۰)

تہجد کی نیت سے دو رکعت پڑھیں پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی تھی

مسئلہ: اگر کسی شخص نے تہجد کی نیت سے دو رکعت نفل ادا کی پھر معلوم ہوا کہ اس نے صبح صادق کے بعد (یعنی فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد) وہ دو رکعتیں پڑھی ہیں، تو یہ دو رکعتیں فجر کی سنت کے قائم مقام ہو جائیں گی، اب وہ از سرِ نو فجر کی سنت نہ پڑھے۔ (شامی، زکریا: ۲/۴۵۵)

قومہ اور جلسہ میں جلد بازی سے سجدۂ سہو کا وجوب

اگر کسی نے نماز میں اتنی جلد بازی کی کہ قومہ اور جلسہ کی حالت میں ایک تسبیح کے بقدر بھی رُکا نہ رہا، تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔ (اس مسئلے کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیوں کہ عام طور پر لوگ قومہ اور جلسہ میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں)۔ (شامی زکریا: ۲/۱۵۷)

جماعت کی فضیلت کب تک حاصل ہو گی؟

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک امام کے ساتھ کم از کم ایک رکعت میں شریک نہ ہو جماعت کی فضیلت حاصل نہ ہو گی؛ لیکن جمہور فقہائے احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر نماز کے کسی بھی جز میں امام کے ساتھ شرکت ہو گئی، تو نماز با جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (شامی کراچی: ۲/۵۱۰)

نفل یا سنت پڑھتے ہوئے نماز کھڑی ہو گئی تو کیا کرے؟

اگر نفل یا سنت کی نیت باندھ رکھی تھی کہ نماز کھڑی ہو گئی تو اب تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس نے ابھی دو رکعت پوری نہیں کی تو فوراً نماز نہ توڑے؛ بلکہ دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر کر نماز میں شریک ہو جائے۔ (۲) اور اگر سنت کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو چکا تھا مگر ابھی سجدہ نہیں کیا تھا تو لوٹ کر قعدہ میں آ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

(۳) اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تھا تو اب چوتھی رکعت پوری کر کے ہی جماعت میں شریک ہو۔

(شامی کراچی: ۲/۵۰۷)

جمعہ کی سنت کے دوران خطبہ شروع ہو جائے تو کیا کرے؟

اگر کوئی شخص جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا اسی دوران خطیب نے خطبہ شروع کر دیا تو راجح قول کے مطاق اس سنت پڑھنے والے شخص کو چاہیے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جائے اور نماز کے بعد سنتوں کو دوبارہ ادا کرے۔ (شامی کراچی: ۲/۵۰۶)

(مستفاد از: کتاب المسائل جلد اول)

خبرنامہ

عالمِ اسلام کی خبریں

✷ مصری عدالت نے آٹھ افراد کو سزائے موت، علامہ یوسف القرضاوی کو عمر قید سزا سنائی۔
(روزنامہ اعتماد ۱۹؍جنوری ۱۸ء)

✷ فلسطینی اپنی سرزمین کبھی نہیں چھوڑیں گے : ۱۶ سالہ لڑکی عہد تمیمی ، اسرائیل کے خلاف مزاحمت کی علامت بن چکی ہے۔ (روزنامہ اعتماد ۲۵؍ڈسمبر ۱۷ء)

✷ مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصخراء میں بجلی مسدود دی، یہودی حملہ کے مترادف، القدس فاؤنڈیشن
(روزنامہ اعتماد ۲۰؍جنوری ۱۸ء)

✷ امریکہ میں مقیم فلسطینی جہد کار نے عالمی ایوارڈ یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میرا ضمیر ایسے لوگوں کے ساتھ راہ و رسم رکھنی کی اجازت نہیں دیتا جو عہد تمیمی کو اسرائیلی فوجی کو تھپڑ رسید کرنے کی پاداش میں حراستی مراکز میں ڈال کر بدترین اذیتیں دینے والوں کی حمایت کرے۔ (روزنامہ اعتماد ۲۰؍جنوری ۱۸ء)

✷ لیبیا مسجد کے باہر کار بم دھماکے، ۳۴؍ہلاک، ۸۷ زخمی۔ (سیاست، ۲۵؍جنوری ۱۸ء)

✷ القدس کو فلسطینی دارالحکومت بنانے کی مساعی جاری رکھیں گے، اردن میں عرب لیگ کے وزرائے خارجہ کا اجلاس، ٹرمپ کا القدس فیصلہ مسترد (روزنامہ اعتماد، ۸؍جنوری ۱۸ء)

✷ امریکی ''دہشت گرد فورس'' کو جنم سے پہلے ہی ختم کر دیں گے: اردگان (روزنامہ اعتماد، ۱۷؍جنوری ۱۸ء)

✷ مقدس مقامات کا دفاع کرنے والا دہشت گرد نہیں ہو سکتا، مسجد اقصیٰ عصر حاضر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ، دراصل جارحیت کی شروعات کرنے والا ہی حقیقی دہشت گرد ہے، اپنی زمین، اپنی آبرو اور اپنے مقدس مقامات کا دفاع کرنے والا دہشت گرد نہیں ہو سکتا۔ (اعتماد، ۷؍جنوری ۱۸ء)

✷ شام: انسانی حقوق کی پامالیوں پر خاموش رہنے کا کوئی جواز نہیں، غوطا اور ادلب میں طبی اور تعلیمی مراکز کو دانستہ نشانہ بنایا جا رہا ہے، شہریوں پر تباہ کن اثرات، شامی فورسس انسانیت کے خلاف جرائم کی مرتکب، اندھا دھند حملے عالمی قوانین کی خلاف ورزی: اقوامِ متحدہ۔ (روزنامہ اعتماد، ۲۱ جنوری ۱۸ء)